عقیدہ شیخ القرآن ؒ

عقیدہ شیخ القرآن ؒ

فی الحیات بعد الوفات لسیّد الانس والجان
صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ اصحابہ
وسلّم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا

مرتبہ

بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبد المعبود دامت برکاتہم

تلمیذ رشید، رفیق کار و معتمد خاص حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ؒ

قرآن محل
کمیٹی چوک، راولپنڈی
0321-5123698

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا محمد عبدالمعبود راولپنڈی

آپ امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے شاگرد رشید تھے۔ حضرت شیخ القرآن کے وصال کے تیس سال بعد مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے ''مسلک شیخ القرآن'' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی جس میں حضرت شیخ القرآن کو اپنا ہمنواء بنانے کے لئے خاصی محنت کی۔ مولانا عبدالمعبود صاحب نے ان کی متذکرہ کتاب کے جواب میں ''عقیدہ شیخ القرآن فی الحیات بعد الوفات لسیّد الانس والجان'' تحریر فرمائی اور اس میں مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے ایک ایک خدشہ کا جواب دیا اور اپنے موقف کو ثابت کیا کہ حضرت شیخ القرآن نے حضرت قاری محمد طیب صاحب کی جس مشترکہ متفقہ تحریر پر دستخط کئے۔ آخر وقت تک اس پر قائم رہے اور اس پر ڈھیروں واقعات صحیحہ کو جمع کر کے قابل اعتماد و باعث اعتبار علمی دستاویز بنا دیا۔ ہم اس مجموعہ میں اس رسالہ کو شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ و کفی و الصلاۃ و السلام علی سید الانبیاء۔ امابعد!

بندہ نے ۱۹۹۰ء میں جانشین شیخ القرآن حضرت مولانا قاضی احسان الحق کے ارشاد پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان قدس سرہ العزیز کی سوانح حیات مرتب کی۔ مبالغہ آرائی، غلط بیانی اور بے سروپا واقعات سے کتاب کو محفوظ رکھا۔ یہ خدمت محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اپنے استاذ گرامی کی تابناک زندگی کو محفوظ رکھنے کی غرض سے انجام دی تھی۔ نہ تو کسی سے دنیوی مفاد حاصل کیا اور نہ ہی کسی کی داد تحسین کا طلب گار تھا۔ ''سوانح شیخ القرآن'' حضرت مولانا قاضی احسان الحق رحمہ اللہ کی ہدایت کے مطابق ''مکتبہ رشیدیہ'' تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی سے شائع ہوئی۔ سوانح شیخ القرآن شائع ہوتے ہی ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ'' کے مہربان دوستوں نے مجھے تنقید کے نشانے پر رکھ لیا۔

حضرت مولانا عبد الرحیم ابن حضرت مولانا غلام مصطفیٰ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد السلام رحمہ اللہ (حضرو) اور حضرت اقدس مولانا قاضی عصمت اللہ رحمہ اللہ کے سوا کسی نے معاف نہیں کیا۔ مجھ ناچیز کے خلاف اشاعت کی میٹنگوں میں جو کچھ ہوتا رہا۔ متعدد شہروں میں جلسوں کے دوران خطباء نے جن القابات سے نوازا، متعدد شہروں سے خطوط وصول ہوتے رہے اور بعض کرم فرما دوبدو مجھے کوستے رہے۔ لیکن میں نے کبھی کسی کو جواب نہیں دیا۔

میں ہمیشہ یہ سوچتا تھا، اگر شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ہزارہا شاگردوں اور ان کی عظیم جماعت کے لاتعداد علماء کرام نے انہیں اہمیت نہیں دی اور ان کی سوانح حیات لکھنے اور مرتب کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی اور اللہ جل مجدہ نے مجھ سے یہ خدمت لے لی ہے تو یہ اس کا احسان عظیم ہے۔ لہٰذا مجھے صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔

اب جب کہ حضرت شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ کے وصال کو بھی تیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے تو ان ہی کی جماعت کے ایک ذمہ دار عالم مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی مدظلہ نے ''موجودہ احباب خصوصاً نوجوان طبقہ'' کی رہنمائی کی آڑ میں روز روشن کی طرح عیاں حقائق کو جھٹلاتے ہوئے غلط تاویلات اور من گھڑت دلائل سے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شیخ القرآن رحمہ اللہ کے تابناک کردار کو داغ دار کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ اس لئے اصل حقیقت کا اظہار ضروری ہے۔ لیکن کہیں سے بھی اس ضرورت کو پورا کرنے کی صدا نہ آنے پر مجبوراً قلم اٹھانا پڑا۔

اس کے باوجود اگر میرے طرز بیان سے کسی بھی صاحب کی دل آزاری ہوئی ہو تو میں معافی کا خواست گار ہوں۔ البتہ بعض جملے اگر کسی کو سخت لگیں تو وہ حضرت مولانا بندیالوی صاحب ہی کے ''مستعمل تبرکات'' ہیں۔ مثلاً: انہوں نے ۱۹۶۲ء کے فیصلہ کو حضرت شیخ القرآن کا عقیدہ قرار دینے والوں کو ''ناعاقبت اندیش، بزرجمہرے، کچھ علماء نے دیانت و امانت کا خون کرتے ہوئے، خوف خدا سے عاری لوگ، امانت و دیانت کا اگر جنازہ نہیں نکل گیا، اکثر بدنیتی سے۔'' جیسے القابات سے نوازا۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی سے مجھے نہ ذاتی عناد ہے اور نہ کوئی لین دین کا نزاع ہے۔ چونکہ انہوں نے بہت سی باتیں خلاف حقیقت بیان کی ہیں۔ اس لئے ان کی تصحیح ضروری تھی۔

شیخ القرآن سے تعلق

احقر سمجھتا ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدہ کی توضیح احقر پر حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کا حق ہے۔ اس لئے کہ راقم الحروف کا پورا خاندان شیخ القرآن نوراللہ مرقدہ کی عقیدت سے سرشار ہے۔ میرے والد گرامی قدر کا تعلق حضرت شیخ کی طالب علمی کے زمانہ سے ان کے ساتھ قائم ہے۔ میرے بڑے بھائی مولوی محمد عبدالواحد مرحوم کی حضرت شیخ کے ہم مکتب ہونے کی سعادت بھی حاصل تھی۔ جب کہ راقم آثم کو نہ صرف شرف تلمذ حاصل ہے بلکہ حضرت کی کفش برداری کی سعادت بھی حاصل ہے۔ سالہا سال حضرت کی خدمت کا موقع ملا۔ خلوت وجلوت، سفر وحضر، نجی مجالس ہوں یا ملکی سطح کی خصوصی مجالس ہوں، یہ خادم ہمہ وقت حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ حضرت شیخ بھی اپنوں سے کہیں زیادہ اس گنہگار پر اعتماد فرماتے تھے۔ اہم سے اہم معاملات اور واقعات سے باخبر رکھتے تھے۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے اپنے پرانے قلعہ والی مسجد میں نماز جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمایا جب کہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا قاضی احسان الحق بھی موجود تھے۔ احقر ایک عرصہ تک یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ یہ تھی حضرت شیخ القرآن کی خصوصی شفقت اور کامل اعتماد۔

اس تحریر سے میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدہ ومسلک کی وضاحت ہوگی، بلکہ حضرت کا مجھ گنہگار پر جو حق ہے وہ بھی پورا ہوگا۔

مولانا بندیالوی صاحب کے رسالہ ''مسلک شیخ القرآن'' کے سامنے آنے پر احقر نے یکم رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ/ ۳/اگست ۲۰۱۱ء کو اپنے دو بیٹوں قاری خلیل الرحمن، مولانا مسعود الرحمن عثمانی اور بھانجے مفتی زبیر احمد صاحبان کو مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے پاس بھیجا کہ بندیالوی صاحب نے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کا مسلک غلط بیان کیا ہے۔ میں جواب لکھنا چاہتا ہوں۔ مولانا اشرف علی صاحب نے رمضان کے بعد خود آنے کا کہا۔ رمضان کے بعد میں نے مذکورہ صاحبان کو دوبارہ ان کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے اسی طرح کا وعدہ کیا مگر تاحال وہ تشریف نہ لائے۔ دوسری ملاقات میں مذکورہ صاحبان نے بندیالوی صاحب کے رسالہ ''مسلک شیخ القرآن'' کے دونوں ایڈیشن بھی دکھائے۔ دوسرے کی تبدیلی سے بھی آگاہ کیا، مگر انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ مولانا نے فرمایا وہ نہ آئیں، میں خود آؤں گا۔ مگر ایسا نہ ہوسکا۔ اب اس تحریر ''عقیدہ شیخ القرآن'' کا دوسرا ایڈیشن چند مفید اضافوں کے ساتھ ہدیہ قارئین ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھ گنہگار سمیت حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے سب عقیدت مندوں کو صحیح نہج پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

فقط: بندہ بے نوا! محمد عبدالمعبود عفی اللہ عنہ

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ/ ۹/اپریل ۲۰۱۳ء

معرفت: جاوید شال سنٹر

دکان نمبر ۶۷۲، آبپارہ مارکیٹ، اسلام آباد

0336-5190632

رائے گرامی

استاد المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم

صدر مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے علمائے اہل سنت والجماعت اکابر علمائے دیو بند قدس اللہ اسرارہم سے اس دور میں تجدد دین کی خدمت لی ہے۔ علمائے دیو بند کی ہر دینی شعبہ میں خدمات کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اسی خدمت کے لئے پیدا کیا۔ علمائے دیو بند نے احقاق حق اور ابطال باطل اور خاص کر رد شرک و بدعت میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ میرے استاد مکرم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت بھی انہی اکابر میں سے ہے جنہوں نے خدمت خلق کے لئے سب کچھ قربان کیا اور صدائے حق کے بلند کرنے میں کبھی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی۔ مگر افسوس کہ ان کی وفات کے بعد اس عظیم داعی توحید و سنت کی شخصیت اور ان کے عقائد کو متنازع بنا دیا گیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ نے ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے فیصلہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسے اپنا اور اپنے اکابر کا عقیدہ سمجھتے ہوئے دستخط کئے۔ مگر انہی کے نام لیوا اور انہی کی جماعت جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ آج اس شخص کی حق گوئی کو وقتی مصلحت قرار دے رہی ہے جو صدائے حق کے لئے کسی مصلحت کا روادار نہ تھا۔ عقیدہ جیسے اہم عنوان پر انہیں مطعون کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں۔ بقیۃ السلف، محقق العصر، مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا محمد عبد المعبود صاحب دامت فیوضہم کو کہ انہوں نے کتاب ''عقیدہ شیخ القرآن'' لکھ کر حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کی روشنی کی طرح واضح فرما دیا۔

اس کتاب میں حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدہ کے متعلق ہر شبہ کا جواب موجود ہے اور اطراف سے پھیلائے گئے شکوک کو بھی طشت از بام کر دیا گیا ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدہ کے ثبوت میں انہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی دستخطی تحریرات اور ان کے ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' کے مضبوط حوالہ جات پیش کئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبد المعبود صاحب دامت فیوضہم حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ، قریبی خدام اور قلمی معاونین میں سے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں انہوں نے اپنی اس کتاب ''عقیدہ شیخ القرآن'' میں اپنے شیخ کا حق خدمت اور حق تعلق ادا کر دیا ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ سے میں نے دورہ تفسیر غالباً ۱۳۶۴ھ / ۱۹۵۴ء میں پڑھا۔ اس کے بعد استاذنا المکرم حضرت مولانا عبد الحق نور اللہ مرقدہ کے حکم سے میں اور مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم حضرت شیخ التفسیر

مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء میں شیرانوالہ، لاہور دورہ تفسیر پڑھنے کے لئے گئے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے پنجاب میں دورہ تفسیر مولانا حسین علی رحمہ اللہ (واں بھچراں میانوالی) نے شروع کیا۔ مگر وہ خاص مقامات پڑھاتے تھے، پوری تفسیر نہ پڑھاتے تھے۔ خاص مقامات پڑھا کر طلبہ کو میرے نام رقعہ دے کر بھیجتے تھے کہ مکمل تفسیر وہاں شیرانوالہ، لاہور میں جا کر پڑھو۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے، مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عبد اللہ درخواستی صاحب نے دورہ تفسیر میرے بہت بعد شروع کیا۔ ان کی وجہ سے پنجاب میں اصلاح ہوئی ہے۔ یہ دونوں میرے پر ہیں۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے حکومت سعودیہ کی دعوت پر سفر حج میں، جو میری ہی تحریک پر شیخ بن باز رحمہ اللہ کے ذریعہ ہوا تھا۔ میں نے شیخ القرآن رحمہ اللہ کو حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا ملفوظ اپنی دورہ تفسیر کی کاپی سے پڑھ کر سنایا تو دیر تک روتے رہے۔ فرماتے تھے میں تو کچھ نہیں، ان اکابر کی دعائیں اور سرپرستی ہے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے پڑھنے کے بعد ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء میں میں نے دورہ تفسیر مولانا محمد عبد اللہ درخواستی صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی خان پور میں پڑھا۔

میں نے دورہ تفسیر میں بھی اور اس کے بعد بھی حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کو ہمیشہ اپنے اکابر کا مداح، مخلص خادم اور اکابر کی عزت و ناموس کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرنے والا پایا ہے۔ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا مؤقف فیصلہ ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی تادم حیات وہی رہا جو اکابر اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کا عقیدہ ہے اور ''المہند علی المفند'' میں مفصل مرقوم ہے اور جس پر ۱۹۶۲ء میں انہوں نے دستخط فرمائے تھے۔ دورہ تفسیر پڑھنے کے بعد بھی بندہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ان کی مجالس میں شرکت اور بیانات سننے کے سعادت رہی۔ میں نے کبھی ان سے اس عقیدہ کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سنا۔

دل سے دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد عبد المعبود صاحب دامت برکاتھم کی اس کتاب ''عقیدہ شیخ القرآن'' کو قبولیت عامہ اور مقبولیت تامہ عطا فرمائے۔ اسے حق عقیدہ کی خدمت کا ذریعہ بنائے اور اس تحقیقی کام کا صلہ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں نصیب کرے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ افضل رسلہ سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین!

شیر علی شاہ عفی اللہ عنہ
یکم ر ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ

کتاب، عقیدہ شیخ القرآن، پر موقر علمی جرائد کا تبصرہ

تبصرہ ماہنامہ البلاغ کراچی

زیر ادارت شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اس رسالے میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ حیات انبیاء کے بارے میں حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق تھا کہ ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کا شروع ہی سے یہی عقیدہ تھا اور ۱۹۶۲ء میں ہونے والے معاہدہ میں بھی اسی عقیدے کو برحق قرار دیا گیا تھا۔ جس پر حضرت شیخ القرآن نے بھی دستخط فرمائے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ تاحیات اسی عقیدے پر قائم رہے اور کبھی بھی انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت مولانا مرحوم مذکورہ عقیدہ کے خلاف تھے یا جس سے یہ تاثر ملتا ہو کہ ۱۹۶۲ء والا معاہدہ منسوخ ہو گیا تھا۔ جو لوگ مذکور عقیدے کے حوالے سے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں ان پر مدلل تنقید کی گئی ہے اور اس کے ضمن میں اور بھی کئی اہم باتیں آ گئی ہیں۔ موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک قابل مطالعہ کتاب ہے۔ (ابو معاذ) (ماہنامہ البلاغ کراچی ربیع الاول ۱۴۳۴ھ ص ۷۱، ۷۲)

تبصرہ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

زیر ادارت حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم

سابق مہتمم دار العلوم دیو بند حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں جو کہ آپ نے مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا، رقمطراز ہیں: ''گرامی نامہ سے اندازہ ہوا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ اہمیت اختیار کر گیا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ منتسبین دیو بند ہی میں خود گروہ بندی نہ ہو جائے۔ اس لئے نیاز مندانہ طریق پر گزارشات پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ مسئلہ زیر بحث (حیات النبی ﷺ) میں جہاں تک اپنے بزرگوں کی کتابوں، فتاویٰ، مقالات اور متوارث ذوق کا تعلق ہے، دیو بندیت تو یہی ہے کہ برزخ میں آنحضرت ﷺ کو حیات دنیوی کے ساتھ زندہ مانا جائے۔ اسی لئے دیو بندیت تو حیات النبی ﷺ کے بارے میں حیات دنیوی ہی ہے جو برزخ میں قائم ہے۔''

امر واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۵۷ء میں مسئلہ انکار حیات النبی ﷺ نے پاکستان بالخصوص پنجاب میں سر اٹھایا تو اور انتہائی شد و مد کے ساتھ اس کی ترویج شروع کر دی گئی۔ شومئ قسمت سے جو اس مسئلے کے داعی اور بانی تھے وہ بھی اپنے آپ کو منتسبین دیو بند میں شمار کرتے تھے۔ چنانچہ ردعمل کے طور پر اس مسئلے میں علماء کمر بستہ ہو گئے۔ جب اختلاف نے اتنی شدت اختلاف کی کہ یہ مسئلہ بازاروں اور عوامی محافل میں بھی موضوع بحث بن گیا تو دار العلوم دیو بند سے اس وقت کے مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے اور انہوں نے فریقین کے مابین معاہدہ کیا اور دونوں فریقوں نے اس پر دستخط کئے۔

ایک طرف مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد علی جالندھری ودیگر اکابر حضرات تھے۔ جب کہ دوسری جانب شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم، مولانا عنایت اللہ شاہ اور قاضی نور محمد صاحب اوران کے ہم نوا۔ قاری صاحبؒ کی کوششوں سے یہ مسئلہ سرد ہوا اور اس پر اہل درد مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ البتہ اس معاہدہ پر مولانا عنایت اللہ شاہ نے دستخط نہیں کئے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ صاحب نے اس فیصلہ کو من وعن تسلیم کیا اور شنید ہے کہ دورہ تفسیر کے دوران ایک طالب علم نے جب کہ آپ اس آیت ''انک میت وانھم میتون'' کی تفسیر فرمارہے تھے۔ آپ کو رقعہ بھیجا کہ آپ اس مقام پر جو تحقیق فرماتے تھے وہ تحقیق ہمیں سنادیں۔ اس پر آپ جلال میں آگئے اور ناظم کو حکم دیا کہ اس طالب علم کا بستر گول کراکر اس کو مدرسہ سے نکال باہر کریں۔

ان کا شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ سے گہرا تعلق تھا، حضرت شیخ الحدیث تحریر فرماتے ہیں: ''میں نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام اللہ خان عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قریب میں جب جہراً درود پڑھا جائے تو نبی علیہ السلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے۔ اس واسطہ سے وہ قبر کے پاس درود وسلام سنتے ہیں۔''

اب جب کہ حضرت شیخ القرآن کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً ۳۲ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ایک صاحب نے ''مسلک شیخ القرآن'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت شیخ القرآن کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں تھا اور معاہدہ قاسمی ان کے ہاں منسوخ ہے۔ خدا بھلا کرے ہمارے مخدوم کثیر التصانیف بزرگ محقق عالم دین، مؤرخ بے بدل وادیب شہیر، پیکر زہد وتقویٰ حضرت مولانا عبد المعبود صاحب مدظلہ کا جو کہ شیخ القرآن کے ارشد اور اقرب تلامذہ میں سے ہیں اور انہی کو سوانح شیخ القرآن لکھنے کی سبقت حاصل ہے۔ انہوں نے انتہائی سنجیدہ، متین اور مدلل انداز میں اس رسالے کی تردید میں رسالہ بعنوان ''عقیدہ شیخ القرآن'' مرتب فرمایا اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کا عقیدہ درباره حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہے جو کہ تمام اہل اسلام واکابرین دیوبند کا اجماعی عقیدہ ہے۔ مقام افسوس ہے کہ اس وقت عالم اسلام بالعموم اور مملکت خداداد پاکستان بالخصوص انتہائی دگرگوں اور ناگفتہ بہ دور سے گزر رہا ہے۔ اس پر از فتنہ وفساد دور میں مسلمانوں اور اہل وطن کو اتحاد کی شدید ضرورت ہے۔ انہی حالات میں ایک پرانے مسئلہ کو دوبارہ اٹھانے کی کیا ضرورت تھی کہ ان لوگوں کو حضرت شیخ القرآن کی وفات کے ۳۲ سال بعد ''مسلک شیخ القرآن'' لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی حالت زار پر رحم فرمائے۔ آمین! صفحات ۸۴ ہیں، جب کہ ناشر ادارہ التحقیق والتصنیف باغ سرداراں راولپنڈی ہے۔ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مارچ ۲۰۱۳ء)

تبصرہ ماہنامہ ''الخیر'' ملتان

زیر ادارت حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم
مہتمم خیر المدارس ملتان، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

اس رسالہ میں حضرت مولانا عبد المعبود دامت برکاتہم نے واضح دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ شیخ

القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان کا حیات النبی ﷺ کے بارے میں وہی عقیدہ تھا جو حضرات اکابر دیوبند کا ہے جن میں سے ایک حوالہ یہ ہے کہ حضرت شیخ القرآن کے قائم کردہ دارالعلوم تعلیم القرآن (راولپنڈی) کے مفتی مولانا مفتی عبدالرشید ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''کئی اکابر علمائے دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عندالقبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہ السلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ﷺ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔'' (ص ۲۹ مفتی عبدالرشید، ۲۷ صفر ۱۳۷۹ھ، ۲ ستمبر ۱۹۵۹ء) الجواب صحیح لاشئی غلام اللہ خان (بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹) (ماہنامہ الخیر ملتان ستمبر ۲۰۱۲ء)

تبصرہ ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ

زیر ادارت حضرت مولانا فیاض خان سواتی دامت برکاتہم

عقیدہ شیخ القرآن ﷫ فی الحیات بعد الوفات لسید الانس والجان'' مرتب حضرت مولانا محمد عبد المعبود راولپنڈی، زیر تبصرہ رسالہ کا موضوع اس کے نام سے ہی ظاہر ہے، جو ملک کے نامور محقق عالم دین، بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبدالمعبود کے اشہب قلم کا شاہکار ہے۔ موصوف کتب کثیرہ کے مصنف، اکابر کے معتمد اور شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان ﷫ کی سوانح کے مؤلف ان کے تلمیذ و معتمد خاص اور سفر و حضر کے خادم و ساتھی ہیں۔

۱۹۹۰ء میں انہوں نے جانشین شیخ القرآن حضرت مولانا قاضی احسان الحق ﷫ کے ارشاد پر حضرت شیخ القرآن کی سوانح حیات مرتب کی تھی۔ جو انہی کی خواہش پر مکتبہ رشیدیہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی سے شائع ہوئی تھی۔ حقائق کے اظہار پر وہ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے شدت پسند طبقہ کو ہضم نہ ہو سکی اور انہوں نے اس پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ خصوصاً اس کے مؤلف کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی اور ان کے نوخیز ہمنوا اس طعنہ زنی میں پیش پیش ہوئے۔ کافی عرصہ تک مؤلف سوانح شیخ القرآن نے اسے لوم خفاش سمجھتے ہوئے اس پر خاموشی اختیار کئے رکھی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ شیخ القرآن ﷫ کے عقیدہ حیات النبی ﷺ میں صحیح موقف کو دن دھاڑے غلط تاویلات اور من گھڑت دلائل سے سبوتاژ کیا جا رہا ہے تو انہوں نے احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے قلم اٹھاتے ہوئے جمہور امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ یوں تو یہ رسالہ ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن مشہور مقولہ ''لیس الخبر کالمعاینۃ'' کا صحیح مصداق ہے۔ حضرت شیخ القرآن ﷫ کی طرف منسوب سنی سنائی اور من گھڑت روایات کا مؤلف موصوف کے آنکھوں دیکھے حال اور کانوں سنے ارشادات نے قلع قمع کر کے رکھ دیا ہے۔ علماء و طلباء اور عامۃ المسلمین سب ہی کے لئے یہ ایک خاص تحفہ ہے۔ مطالعہ سے لطف اٹھائیں، حقائق سے باخبر ہوں اور مؤلف موصوف کو داد و دعا سے نوازیں۔ رسالہ کی کمپوزنگ، کاغذ و طباعت اور رنگین آرٹ پیپر ٹائٹل معیاری ہے۔ (ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ مئی ۲۰۱۲ء)

تبصرہ ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ

از قلم: علامہ عبدالقیوم حقانی مدظلہم

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان قدس سرہ کے تلمیذ خاص و معتمد رفیق اور جانشین شیخ القرآن مولانا

قاضی احسان الحق رحمہ اللہ کے ارشاد و اصرار پر سب سے پہلے سوانح شیخ القرآن رحمہ اللہ کے مرتب، شمائل ترمذی کے شارح، عالم اسلام کی معرکہ آراء علمی اور تاریخی دستاویز ''تاریخ مکۃ المکرمۃ وتاریخ مدینۃ المنورہ'' کے مصنف، عظیم علمی سوغات، ''شاہ کونین کی شہزادیاں'' کے مرتب۔ علاوہ ازیں بیسیوں علمی، تحقیقی، ادبی اور فقہی کتابوں کے مؤلف مولانا عبدالمعبود مدظلہم نے بالآخر ''عقیدہ شیخ القرآن'' کی بھی بیانگ دہل اس قدر واضح، بے غبار حقیقت کو طشت از بام کر دیا ہے کہ جسے بھی عقل و ضمیر اور دانش کا کچھ حصہ بھی نصیب ہوا ہو، جسے سلامتی طبع ودیعت کی گئی ہو، وہ اسے حرف آخر قرار دے گا اور حضرت شیخ القرآن سے متعلق سوءِ عقیدہ کے نظریات کی نسبت سے توبہ و استغفار پڑھے گا۔

چند ماہ قبل سفر عمرہ میں الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی لاجواب کتاب ''آب حیات'' پڑھ لینے کے بعد عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اکابر علماء دیوبند اور زعماء ملت کی تصریحات کو آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن اور برحق سمجھتا ہوں۔ ان مسائل میں الجھنے، طعن و تشنیع، علمی مسائل کو عوامی حلقوں میں زیر بحث لانے کو نامناسب سمجھتا ہوں۔ مگر اس پر میری حیرت واستعجاب کی انتہاء نہ رہی جب الامام نانوتوی قدس سرہ کی ''آب حیات'' کا احقر نے اٹک کی تاریخی کانفرنس میں نام لیا تو الجھنے والے الجھ گئے۔ مجھے خطوط لکھے اور مغلظ اور ننگی گالیاں بھیجیں۔ چونکہ اس طرح کے مسائل میرا موضوع نہیں ہیں۔ اس میں الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ اپنے استاذ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ، مولانا قاضی عبدالکریم رحمہ اللہ (فاضل دیوبند) اور اپنے پیر و مرشد مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ کا اندھا مقلد ہوں۔ امام نانوتوی رحمہ اللہ کی ''آب حیات'' کو دیوبندی مکتب فکر کے لئے حجت سمجھتا ہوں۔

اللہ کا شکر ہے کہ بزرگوار محترم، عقائد علماء دیوبند کے ترجمان، حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے محبوب و معتمد تلمیذ خاص اور ان کے اولین سوانح نگار اور مسلک حق واعتدال کے ترجمان مولانا محمد عبدالمعبود صاحب مدظلہم نے بڑھاپے، ضعف، شدید علالت اور اعذار و امراض کے باوصف اپنے شیخ و محسن و مربی اور عظیم اتالیق حضرت شیخ القرآن کے اصل عقیدہ کی وضاحت، دیدہ و شنیدہ اور مشاہدہ کی امانت امت کے حوالے کر دی۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے حوالے سے متعصبین و مبغضین کے طرز عمل، ناز یبا وطیرہ اور شیخ القرآن رحمہ اللہ کے دامن عقائد پر داغ دھبے اور ان کے شفاف دامن توحید کو داغدار کرنے والوں کے سامنے سد سکندری بن گئے ہیں۔ اب قیامت تک کوئی بھی شیخ القرآن رحمہ اللہ کا مبغض و بدخواہ ان کا محب و جانثار بن کر ان کی عظمت شان، رفعت مقام اور اصل عقائد کو مجروح نہیں کر سکے گا۔ قدم اٹھائے گا تو منہ کی کھائے گا۔ اگر کوئی ازلی بدنصیب آسمان پر تھوکے گا تو منہ پر گرے گا۔

کتاب کی ضخامت تو ۸۲ صفحات ہیں، حجم چھوٹا ہے مگر سچائی، دیانت، احقاق حق اور اپنے شیخ، شیخ القرآن رحمہ اللہ کی عزت و ناموس، ان کے اصل عقیدہ کی توضیح و تشریح اور مسلک حق کی ترجمانی و حقیقت بیانی کا شہکار ہے۔ برادر محترم! میاں محمد الیاس ہزار انکار کریں مگر ان کی کتاب سے ماخوذ حوالہ جات بہرحال درست ہیں۔ میرے خیال میں اس کے بعد اب کسی کو بھی نبی کی برزخ میں حیات بعد الوفات میں نہیں الجھنا چاہئے۔ حیات بعد الوفات کا منکر وہی شخص ہو سکتا ہے جو قبر کا منکر ہو، قبر میں سوال و جواب کا منکر ہو، برزخ کا منکر ہو، حیات شہداء کا منکر ہو اور قرآنی آیت ''بل احیاء ولکن لا تشعرون'' کا منکر ہو۔

مولانا محمد عبدالمعبود مدظلہم پوری امت بالخصوص جمہور اہل سنت والجماعت، بالاخص تمام علماء دیوبند کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے عقیدہ شیخ القرآن لکھ کر دجل وفریب، کذب و بہتان اور جھوٹے انتسابات کا قلع قمع کر دیا۔ واجرھم علی اللہ! (ماہنامہ القاسم نوشہرہ)

تبصرہ ماہنامہ حق یار لاہور

از قلم: حضرت مولانا عبدالجبار سلفی دامت برکاتہم

حال ہی میں ایک تازہ کتاب منظر عام پر آئی ہے اور آتے ہی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کو فرحت بخش گئی۔ ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ کو راولپنڈی سے حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب کا خط موصول ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''مسلک شیخ القرآن'' نامی ایک پمفلٹ میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کا مسلک سماع عند قبر النبی ﷺ نہیں تھا۔ بلکہ وہ اس کے مخالف تھے۔ احقر نے جواباً ''عقیدہ شیخ القرآن'' لکھی اور ثابت کیا کہ مولانا غلام اللہ خان سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل تھے۔ آپ اس پر مفصل تبصرہ ماہنامہ حق چار یار میں شائع کر دیں۔ الخ! جب دوسرا پیکٹ کھولا تو اس میں چمکتی دمکتی دو عدد کتابیں موجود تھیں۔ جنہیں اسی نشست میں بیٹھ کر مطالعہ کرنے کا منجانب اللہ شرف حاصل ہو گیا۔

ارباب دانش وبینش پر مخفی نہیں ہے کہ ۱۹۵۷ء سے قبل روئے زمین پر کوئی محقق عالم ایسا نہیں تھا جس نے اس نظریہ کا انکار کیا ہو کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنے روضہ اطہر میں حیات نہیں ہیں یا اپنے روضہ پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو سماعت نہیں فرماتے۔ اختلاف ایک طبعی چیز ہے۔ یہ چلا آ رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ کسی بھی مسئلہ میں ذوق، تفرد یا تعبیر کو اہل علم برداشت کرتے ہیں اور بڑے سلیقے کے ساتھ سمجھانے اور سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے اس عنوان پر جو طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا، اس کی مثال کم از کم دیوبندی مکتب فکر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے اپنی زندگی سے کم وبیش ۴۵ سال اس نظریے کا انکار کر کے باقاعدہ امت کی تکفیر میں صرف کر دئے اور اپنے جیتے جی مولوی احمد سعید خان صاحب کو خوب پال پوس کر میدان میں اتارا اور رہی سہی کسر انہوں نے پوری کر دی۔ ان میں سے اکثریت حسب ضابطہ خداوندی دنیا چھوڑ گئی۔ مگر نفرت واشتعال کی جو دراڑیں وہ ڈال کر گئے تھے۔ آج تک اس کا خمیازہ بھگتا جا رہا ہے اور خدا جانے کب تک یہ سلسلہ باقی رہے گا۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے بھی باقی علماء کرام کی طرح شاہ صاحب سے تعلقات تھے۔ شاہ صاحب کی ضد بازی کی بنا پر اکثریت نے یکسر تعلقات ختم کر لئے۔ جن میں قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اور مولانا عبداللطیف جہلمی رحمہ اللہ وغیرہم سرفہرست ہیں۔ مگر مولانا غلام اللہ خان نے تعلقات نہ توڑے کہ شاید شاہ صاحب راہ راست پر لوٹ آئیں۔ اسی میدان اور توقع پر شیخ القرآن دنیا چھوڑ گئے۔ نتیجتاً شاہ صاحب کے ارادت مندوں نے انہیں اپنے کھاتے میں ڈالے رکھا۔

جہاں تک مسئلہ حیات النبی ﷺ کا تعلق ہے تو علماء دین کی جانب سے دو، چار نہیں ایک سو کے لگ بھگ کتابیں لکھی گئیں۔ مولانا سید امین الحق شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ''تنبیہ الاغنیاء علیٰ حیاۃ الانبیاء''، علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی ''مقام حیات'' اور مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی ''تسکین الصدور'' کو اس عنوان پر بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ مگر منکرین حیات النبی ﷺ کی تاریخی روئیداد جو مولانا عبدالمعبود صاحب نے قلمبند کی ہے۔ یہ جھلکیاں شاید کسی

اور کتاب میں نہ مل سکیں۔ مولانا عبد المعبود صاحب کافی دیر کے بعد میدان میں اترے ہیں۔ مگر ''بوڑھے کے لٹھ سے خدا بچائے'' کہ انہوں نے شیخ القرآن کے نام نہاد مداحوں کی عمارت زمین بوس کر کے رکھ دی۔ آپ نے اس سے قبل مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحی حیات بھی لکھی، جو کافی مقبول ہوئی تھی۔ مگر شاید اس کبڈی کا کھلاڑی وہ نہیں بننا چاہتے تھے کہ سوانح میں اس عنوان پر زیادہ خامہ فرسائی نہیں کی۔ البتہ شیخ القرآن کا عقیدہ بخوبی واضح کر دیا تھا کہ وہ حیات النبی ﷺ فی البرزخ کے قائل تھے۔ منکرین حیات النبی ﷺ نے ایک آدھ سطر پر بھی بڑا اودھم مچایا۔ ان کے ناچنے کودنے کا یہ فائدہ بہرحال ہوا کہ مولانا عبد المعبود صاحب بیدار ہو گئے اور کئی ایک مخفی حقائق کو طشت از بام کر دیا۔ اس کتاب کا پورا نام یہ ہے: ''عقیدہ شیخ القرآن فی الحیات بعد الوفات لسید الانس والجان''

یہ کتاب ثقاہت واعتبار کے درجہ پر اس لئے آتی ہے کہ مصنف شیخ القرآن کے نہ صرف شاگرد اور خادم خاص رہے ہیں بلکہ ان کے خاندانی روابط ابتداء سے ہی حضرت شیخ القرآن سے رہے۔ اس کتاب میں تقریباً ۴۶ عناوین کی مدد سے تاریخی اور اصولی بحث کی گئی ہے۔ انداز انتہائی متانت اور شستگی پر مشتمل ہے۔ چونکہ یہ ایک کتاب کا جواب ہے۔ اس لئے جوابی ابحاث میں بعض مقامات پر تلخ جملوں کو گوارا کر لینا چاہئے۔

قارئین کرام!

۱...... دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے مجمع عام میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب تقریر کر رہے تھے کہ اچانک شیخ القرآن نے ان سے مائیک چھین لیا اور تقریر بند کر دادی کیوں؟

۲...... حضرت شیخ القرآن کا جنازہ شاہ صاحب نے پانچ تکبیروں کے ساتھ پڑھایا۔ بعد میں خفت مٹانے کے لئے کس کو مورد الزام ٹھہرایا گیا؟ حقائق کیا تھے؟

۳...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے کس کے متعلق کہا تھا کہ اس نے دیوبند کا منہ بھی نہیں دیکھا اور دیوبند کے خلاف بولتا ہے، اشتہار سے اس کا نام کاٹ دو؟

۴...... شیخ القرآن ڈنڈا اٹھا کر کس کے پیچھے بھاگے تھے؟ وجہ کیا تھی؟

۵...... تفسیر جواہر القرآن لکھنے والے کون تھے؟ کیا شیخ القرآن اس سے مطمئن تھے؟

۶ مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے تصفیہ کا آنکھوں دیکھا حال، دار العلوم تعلیم القرآن سے جاری ہونے والے اصل فتاوی اور سماع موتی کے عقیدے کو شرک کا چور دروازہ کس نے قرار دیا؟

کیا آپ ان جیسے درجنوں حقائق سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں؟ اور مختصر تاریخ کی دبیز تہہ کے نیچے مدفون رازوں سے مطلع ہونا چاہتے ہیں؟ تو پھر فوراً یہ کتاب خریدیں اور مطالعہ کریں۔ (ماہنامہ حق چاریار لاہور مئی ۲۰۱۲ء)

تبصرہ ماہنامہ ''نور علیٰ نور''، فیصل آباد

از قلم: حضرت مولانا عبد الرشید انصاری زید مجدہ مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور علیٰ نور فیصل آباد

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم سے جدا ہوئے تقریباً تیس سال سے زائد ہو گئے ہیں۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید عالم دین اور شعلہ بیان مقرر تھے۔ ان کے ہزارہا شاگرد اور

لاکھوں عقیدت مند تھے۔آج بھی انہیں عقیدت واحترام سے یاد کیا جاتا ہے۔حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ''حیات الانبیاء علیہم السلام'' پر ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی مختلف باتیں منظر عام پر آتی رہیں اور آج بھی جب کہ ان کی وفات کو عرصہ دراز بیت گیا۔ان کا عقیدہ زیر بحث ہے۔

زیر تبصرہ کتابچہ ''عقیدہ شیخ القرآن'' اسی حوالہ سے مرتب کیا گیا ہے۔اس زیر نظر کتابچہ کے مرتب حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے شاگرد رشید، رفیق کار، معتمد خاص مولانا محمد عبدالمعبود صاحب ہیں۔جنہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی سوانح بھی تحریر فرمائی تھی۔ جسے اصحاب علم ودانش نے بہت پسند فرمایا۔فاضل مرتب معروف عالم دین اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ان کا شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ساتھ سالہا سال خصوصی تعلق رہا۔خلوت، جلوت، سفر وحضر، برس ہا برس بطور خادم وشاگرد کے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ساتھ رہے۔ان سے زیادہ کون شیخ القرآن کے عقیدہ کی وضاحت کر سکتا ہے جب کہ انہیں حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی اولاد کا اعتماد بھی حاصل رہا۔فاضل مرتب نے بڑی وضاحت کے ساتھ زیر نظر کتابچہ میں حضرت شیخ کے عقیدہ کو بیان کیا کہ یہ ان کا حق تھا اور ہے کہ وہ اپنے استاد محترم کے عقیدہ کی وضاحت کریں۔ فاضل مرتب نے بہت اچھے انداز میں تفصیل کے ساتھ اپنی بات کو قارئین تک پہنچایا ہے تاکہ حضرت شیخ القرآن کے ''حیات الانبیاء علیہم السلام'' کے حوالہ سے ہر بات کھل کر سامنے آجائے اور کوئی تشنگی نہ رہے۔ فاضل مرتب حضرت مولانا محمد عبدالمعبود صاحب نے اپنی بات کو قارئین تک پہنچانے کے لئے مخالفانہ انداز تحریر کا راستہ اختیار نہ کیا۔ بلکہ شستہ زبان میں اپنی بات کو آگے بڑھایا۔یہ ان کی خوبی ہے اور یہی ہمارے بڑوں کا طریقہ تھا۔اللہ کریم جزائے خیر عطا فرمائے۔حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ سے تعلق رکھنے والوں کو خصوصیت کے ساتھ اس کتابچہ کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدہ کے بارے میں کوئی ابہام نہ رہے۔ (ماہنامہ نور علیٰ نور فیصل آباد)

سوانحی خاکہ

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان

نقش محبت

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم ومغفور اعلی اللہ مقامہ

دلوں میں یاد رہی اور لبوں پہ نام رہا ۔۔۔ اس انجمن میں ترا ذکر صبح وشام رہا
کبھی مٹا نہ سکی گردش زمانہ اسے ۔۔۔ دلوں میں نقش محبت علی الدوام رہا
ترے بغیر فضائے چمن اداس اداس ۔۔۔ ترے ہی دم سے بہاروں کا التزام رہا
ترا ضمیر تھا آئینہ خلوص و وفا ۔۔۔ جہاں نما ترے فکر ونظر کا جام رہا
فضا میں زاغ وزغن کی اڑان بھی دیکھی ۔۔۔ مگر عقاب کا اونچا بہت مقام رہا
تری ادائے تبسم میں کیف روح افزاء ۔۔۔ سکون دل کا نظر میں تری پیام رہا

کبھی وداع کی محل کبھی ہے جشن وصال کسی کا کوچ کسی کا یہاں قیام رہا
ظہور جب وہ آنکھوں سے ہوگئے غائب ہمیں سحر پہ بھی اکثر گمان شام رہا

جناب مولانا حافظ محمد ظہور الحق ظہور صاحب مدظلہ اسلام آباد

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان ۱۹۰۵ رحمۃ اللہ علیہ کو موضع دریا ضلع کیمل پور موجودہ اٹک میں پیدا ہوئے۔ نام غلام خان رکھا گیا۔ عرصہ بعد آپ کی خدمات توحید کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام ''غلام اللہ'' رکھا۔ آپ اس نام سے مشہور ہوئے اور اسی نام سے لکھے پڑھے گئے۔

آپ کے والد ملک فیروز خان علاقہ کے متمول زمیندار تھے اور ضلعی انتظامیہ کی طرف سے اپنے علاقہ کے نمبر دار بھی تھے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت محمد اکبر بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کا خاندان قطب شاہی اعوان کہلاتا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ناظرہ قرآن مجید موضع دریا کے امام مسجد مولانا حافظ محمد جی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ مولانا حافظ محمد جی نہایت متقی، پرہیز گار اور قابل مدرس تھے۔ علم میراث کی تحصیل کے لئے طلبہ دور دراز سے آپ کے پاس آتے تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان علمی نہ تھا۔ مگر آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے علم دین کے حصول کا شوق پیدا کیا۔ چنانچہ آپ نے ابتدائی کتب حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے موضع ''بجہ'' اور ''ٹھٹھہ'' میں پڑھیں۔ نحو کی منتہی کتب حضرت مولانا سکندر علی رحمۃ اللہ علیہ سے سکندر پورہ ہری پور میں اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے موضع ''کوکل'' حویلیاں میں پڑھیں۔ معقولات اور فنون کی تحصیل حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ عرف ''انہی والے بابا'' اور ان کے داماد حضرت مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے موضع ''انہی'' تحصیل پھالیہ ضلع گجرات سے کی۔

تفسیر قرآن مجید پڑھنے کے لئے آپ رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی کی خدمت میں موضع ''واں بھچراں'' ضلع میانوالی گئے۔ حضرت مولانا حسین علیؒ حدیث میں قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور تفسیر آپ نے ''مظاہر علوم'' سہارن پور کے بانی حضرت مولانا مظہر علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی۔ تصوف وسلوک میں آپ حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نواب محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زئی شریف سے مجاز تھے۔ علم تفسیر خاص انداز سے پڑھاتے تھے۔ عنوانات مضامین قرآن، خلاصہ سور اور ربط آیات ایسے عمدہ طریقہ پر پڑھاتے کہ آپ کا شاگرد علوم قرآن کا ماہر سمجھا جاتا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے علم تفسیر حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ نہ صرف علوم قرآنیہ کو اپنے سینہ میں محفوظ کیا۔ بلکہ اپنے استاذ کی شخصیت کا ایسا عکس بنے کہ تمام عمر قرآنی علوم کی نشر واشاعت اور عقیدہ توحید کی تبلیغ میں گزار دی۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ یہیں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اوراد ووظائف اور اذکار واشغال بھی سیکھے۔ حضرت شیخ القرآن، مولانا حسین علی سے علم تفسیر اور علم تصوف اور سلوک کا گراں بہا ذخیرہ لیتے ہوئے علم حدیث کی تحصیل کے لئے دار العلوم دیوبند پہنچے اور شوال میں داخلہ لیا اور چند ماہ اسباق حدیث پڑھے۔

اس وقت امام المحدثین حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ''جامعہ اسلامیہ'' ڈابھیل ضلع سورت میں پڑھا رہے تھے۔ حضرت شیخ القرآنؒ کے دیرینہ دوست اور آپ کے علاقہ کے حضرت مولانا عبدالقدیر مومن پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ''جامعہ اسلامیہ'' ڈابھیل میں ابتدائی مدرس تھے۔ انہوں نے آپ کو لکھا ''مولانا محمد انور شاہ کشمیری چراغ سحری ہیں۔ آپ علم حدیث کی تحصیل ان سے کریں۔'' حضرت مولانا عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر آپ ''جامعہ اسلامیہ'' ڈابھیل چلے گئے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آپ نے صحیح بخاری حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح مسلم اور جامع ترمذی حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر علوم اسلامیہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔ اسی سال آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں طلبہ کو قرآن مجید کی تفسیر بھی پڑھائی۔ تدریس تفسیر آپ نے ارباب اختیار جامعہ اسلامیہ کی خواہش پر کی۔ تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آپ کو اس سال باقاعدہ مدرسین میں لکھا گیا ہے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے فراغت کے بعد آپ وطن واپس آگئے۔

۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز عیدگاہ والی مسجد گجرات، ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں گجرات سے دارالعلوم عزیزیہ بگویہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں آئے۔ یہاں آپ نے درس نظامی کی فقہی کتابوں کا دوسال درس دیا۔ ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں مدرسہ شاہ حسین گجرات آگئے۔ زمانہ قیام گجرات ہی میں ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں آپ کی شادی ہوگئی۔ آپ کی شادی پر موضع دریا میں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری بھی تشریف لائے۔ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء میں آپ نے دوسری بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۹۴۲ء میں آپ بطور عربی استاذ گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی آئے اور ساتھ ہی پرانا قلعہ والی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ یہیں آپ درس نظامی کی فقہی کتابوں کا درس بھی دیتے رہے۔ ایک جمعہ میں آپ نے قادیانیت کے مکروفریب اور کفر سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اس پر سکول کی ملازمت سے آپ کو فارغ کردیا گیا۔ یوں قدرت نے آپ کو مسجد مدرسہ کی خدمت کے لئے یکسو کردیا۔

۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں آپ نے یہیں قلعہ والی مسجد میں دارالعلوم تعلیم القرآن کے نام سے باقاعدہ ایک دینی ادارے کا آغاز کیا۔

۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، نماز جنازہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم قرار پائے۔ پرانا قلعہ والی مسجد کے قریب ہی موجودہ راجہ بازار کے پاس شوالہ جوگیاں کے نام سے ہندوؤں کی عبادت گاہ تھی۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت ہندو سادھو یہ جگہ حضرت شیخ القرآن کو لکھ کر دے گئے۔ آپ نے یہاں دارالعلوم تعلیم القرآن کی بنیاد رکھی۔ اس عظیم الشان دینی ادارہ میں دورہ حدیث کے اسباق شروع ہوگئے۔ دورہ تفسیر آپ خود پڑھاتے تھے۔ آخر عمر تک آپ کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی ماشاءاللہ دورہ حدیث اور دورہ تفسیر تک اسباق ہورہے ہیں۔ آپ کے دورہ تفسیر میں عرب وعجم کے طلبہ شریک ہوتے رہے۔ ہزارہا تشنگان علوم قرآنیہ نے آپ سے قرآنی فیض حاصل کیا اور اقصائے عالم کو قرآنی روشنی سے منور کیا۔

سلامت تیرا میخانہ سلامت تیرے مستانے رہے گا رنگ عالم میں یہی تا یوم دیں ساقی

۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء سے پہلے ڈومیلی میں مولوی محمد عمر اچھروی سے مسئلہ غیب اور حاضر ناظر پر مناظرہ طے ہوا۔ آپ وقت مقرر پر ''ڈومیلی'' پہنچ گئے۔ مگر فریق ثانی نے راہ فرار اختیار کر لی۔

۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء میں حضرو علاقہ چھچھ میں مولانا عبدالحق پیرزئی سے ''بلغۃ الحیران'' کی بعض عبارات پر مناظرہ ہوا۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۷ء سے پہلے خانقاہ ڈوگراں میں مولوی محمد عمر اچھروی سے مسئلہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل وغیرہ عنوانات پر مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ تین دن جاری رہا۔ مولوی محمد عمر اچھروی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ تیسرے دن عجیب واقعہ پیش آیا۔ جب شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آخری تقریر کی تو اچانک ایک سکھ سٹیج پر چڑھ آیا اور تائیک پر آ کر کہنے لگا: میں سکھ ہوں، فیصلہ تو مسلمان عوام کریں گے مگر میرے تاثرات یہ ہیں کہ مولانا غلام اللہ خان نے قرآن وحدیث کے دلائل سے لبریز مؤقف پیش کیا ہے جب کہ مولانا محمد عمر اچھروی کا مؤقف قرآن وحدیث کے دلائل سے خالی ہے۔

۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء کے جہاد کشمیر میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ وادی کشمیر میں کئی دن دورہ کر کے علم جہاد بلند کیا۔ ۱۳۶۹ھ/اپریل ۱۹۴۹ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا پہلا متفقہ مطالبہ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے کیا گیا۔ ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء میں ایک متعصب شیعہ ڈی سی حماد رضا نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرنے پر آپ کو کلر سیداں میں نظر بند کر دیا۔ ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۲ء میں موضع ''جبر'' ضلع راولپنڈی میں بریلوی مولوی مفتی محمد صادق سے مسئلہ حاضر ناظر پر مناظرہ ہوا۔ مفتی محمد صادق کو شکست ہوئی۔ پندرہ دن بعد اسی گاؤں میں مولوی محمد عمر اچھروی سے مناظرہ ہوا۔ مولوی محمد عمر اچھروی کو بھی شکست ہوئی۔

۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۲ء میں اپنے آبائی گاؤں دریا میں مدرسہ حسینیہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ/ ۲/ فروری ۱۹۵۳ء میں قادیانیت کے خلاف تحریک احرار اسلام میں حصہ لینے پر آپ کو گرفتار کیا گیا۔

۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں مولانا احمد حسین سجاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ قائم کی۔

۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء میں مغربی پاکستان کے علماء کے اجلاس میں جمعیت علماء اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ امیر منتخب ہوئے۔ اس اجلاس میں آپ بھی شریک ہوئے۔ ۲۲/ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ/ ۲۷/ دسمبر ۱۹۵۶ء میں پشاور میں عبدالرؤف نامی ایک شخص نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔

۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ/ ۲۹/ نومبر ۱۹۵۷ء کو ''جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ امیر اعلیٰ، مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نائب امیر، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ اور حاجی فیروز دین خازن منتخب ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تاحیات ناظم اعلیٰ کے عہدے پر رہے۔ آپ کی وفات پر آپ کے صاحبزادے اور جانشین مولانا قاضی احسان الحق تاحیات ناظم اعلیٰ رہے۔

ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ/نومبر ۱۹۵۷ء کو دار العلوم تعلیم القرآن سے ماہنامہ تعلیم القرآن کا اجراء ہوا۔ ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء میں ایوبی مارشل لاء کے خلاف صدائے حق بلند کرنے پر آپ کو اٹک جیل میں پابند سلاسل کیا گیا۔ جہاں آپ دو ماہ قید رہے۔ ۱۰/ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ/۳۱/مئی ۱۹۵۸ء موضع ''ریڑکا'' ضلع گجرات میں علم غیب پر مولوی محمد عمر اچھروی سے مناظرہ طے ہوا۔ اس مناظرہ میں مولوی محمد عمر اچھروی کتابیں اٹھا کر بھاگ گیا۔ ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء میں موضع ''کولیاں'' نزد ٹیکسلا میں قاضی عبد السبحان کھلا بٹی سے علمائے دیوبند کی حقانیت پر مناظرہ ہوا۔ قاضی صاحب کو بالآخر چپ ہونا پڑا۔

۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ/ ۴/نومبر ۱۹۵۹ء کو مارشل لاء کے خلاف تقریر کرنے پر آپ کو اٹک جیل میں پابند سلاسل کیا گیا۔ بیس دن بعد ضمانت پر رہائی ہوئی۔ ۱۹۶۰ء میں روہڑی سندھ میں بریلویوں نے علماء دیوبند پر اعتراضات کئے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ روہڑی پہنچ گئے۔ مگر بریلویوں میں سے کوئی نہ آیا۔ آپ نے عظیم الشان مجمع میں علمائے دیوبند کی حقانیت بیان کی۔

۱۹۶۱ء میں خواجہ عبد المجید المعروف پیر دیول نے فتنوں کے سدباب کے لئے خاص طور پر فتنہ انکار حدیث کی سرکوبی کے لئے دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہل حدیث کا متحدہ محاذ بنایا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعوت کو قبول کیا اور متحدہ محاذ میں شامل ہوئے۔ جون ۱۹۶۲ء میں مولانا قاری محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ عقیدہ حیات النبی پر دستخط کئے۔ اس تاریخی فیصلہ پر حضرت مولانا قاضی نور محمد، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دستخط کئے جب کہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۵ء پاک بھارت جنگ میں ملک گیر دورہ کر کے عوام میں ولولہ جہاد پیدا کیا۔
۱۳۸۶ھ/مارچ ۱۹۶۶ء میں صدر پاکستان جنرل ایوب خان نے چینی صدر لیوشاؤچی کے استقبال میں سکول اور کالج کی دس ہزار لڑکیوں کا ڈانس کروایا۔ آپ نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ ۱۵/اپریل کو آپ کو آبائی گاؤں دریا میں نظر بند کر دیا گیا۔ دریا میں آپ پندرہ ماہ نظر بند رہے۔ دریا میں طلبہ اور عوام وخواص کا میلہ لگا رہتا اور مدرسہ حسینہ دار العلوم بن گیا۔ یہیں آپ نے تفسیر قرآن مجید پڑھائی۔

۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء میں دوران نظر بندی آپ کے بھائی اور دست راست ملک محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں جامعہ اشاعت الاسلام اٹک شہر کی بنیاد رکھی اور جامعہ کے احاطہ میں جامع مسجد التاج کے نام سے ایک عظیم الشان مسجد بنوائی۔

۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں غیر مقلدین سے مقابلہ کے لئے جمعیۃ الاحناف کے نام سے علمائے دیوبند کی متحدہ تنظیم قائم کی۔ ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں مشینی ذبیحہ کے خلاف آواز حق بلند کی۔

۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں حافظ عبد القادر روپڑی سے کوتوالی، راولپنڈی میں فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ کیا۔ حافظ عبد القادر روپڑی صاحب حدیث نہ پیش کر سکے اور مناظرہ ٹال دیا گیا۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے عوامی مجمع میں فاتحہ خلف الامام پر تین گھنٹے دلائل پیش کئے۔ جواب بھی ٹیپ ریکارڈر میں محفوظ ہیں۔

۱۳۸۹ھ/ ۱۹۷۰ء میں موضع لیوی تحصیل تلہ گنگ میں مولوی عنایت اللہ سانگلوی سے دعا بعد از جنازہ پر مناظرہ ہوا۔ سانگلوی کو شکست ہوئی۔ اس مناظرہ میں احقر بھی حوالے پیش کرنے کے لئے بطور معاون شریک تھا۔

۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں نصاب میں کلمہ اسلام کی تبدیلی کے خلاف ''چنیوٹ'' میں خطاب کیا۔ وزیر اعلی صادق حسین قریشی پر سخت تنقید کی۔ آپ کو جلسہ گاہ ہی سے گرفتار کرلیا گیا اور فیصل آباد جیل میں آپ کو پابند سلاسل کردیا گیا۔ دوروز بعد لاہور سے آپ کی رہائی ہوئی۔

۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ/ ۲۶/اپریل ۱۹۷۷ء کو ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کے خلاف آوازحق بلند کرنے پر آپ کو ضلع بدر کیمل پور میں پابند کردیا گیا۔ وہاں سے ۵/مئی کو آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔

۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء کی تحریک نفاذ اسلام میں بھرپور حصہ لیا۔

۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء کو برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا۔

۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی معیت میں شہدائے بالاکوٹ کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے۔

۹ صفر ۱۴۰۰ھ ۲۸ دسمبر/ ۱۹۷۹ء کو آپ پر دل کا دورہ پڑا۔ پولی کلینک اسلام آباد لایا گیا۔

جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ/ مارچ ۱۹۸۰ء میں جشن صد سالہ دارالعلوم دیوبند میں شرکت کے لئے انڈیا گئے۔ وہاں ایک نشست کی صدارت کی اور ایک وقیع خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسی سفر میں دہلی میں خاندان شاہ ولی اللہ کے مشہور قبرستان ''مہندیاں'' فاتحہ کے لئے تشریف لے گئے۔

جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ/اپریل ۱۹۸۰ء میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر خان پور تشریف لے گئے۔ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی نمائندگی فرمائی اور فقید المثال اجتماع سے خطاب کیا۔

جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ/اپریل ۱۹۸۰ء میں شیخ عبدالعزیز بن باز کی معرفت حکومت سعودیہ کی خصوصی دعوت پر سفر عمرہ کیا اور عرب امارات بھی تشریف لے گئے۔ یہیں سے آپ دوبئی آگئے۔

۱۰/رجب ۱۴۰۰ھ/ ۲۵/مئی ۱۹۸۰ء میں آپ نے دوبئی جامع مسجد قصص نمبر ۳ میں زندگی کا آخری خطاب کیا۔ عقیدہ توحید پر مدلل بات کی اور اس خطاب کی تکمیل دوسرے روز دوبئی کی مرکزی جامع مسجد کے خطاب میں کرنے کا وعدہ فرمایا۔ دوسرے روز آپ دوبئی کی مرکزی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ جلسہ کی کارروائی جاری تھی، آپ مسجد کے محراب میں تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ اپنے رفیق سفر حافظ نور حسین کو مائیک پر کھڑا کیا اور خود اپنے دو جانثاروں اکرم خان اور نسیم خان کے ہمراہ راشد ہسپتال تشریف لے گئے۔

۱۲/رجب ۱۴۰۰ھ/ ۲۷/مئی ۱۹۸۰ء کو گھر سے کوسوں دور مسافری کی حالت میں ہسپتال ہی میں کلمہ طیبہ کے ورد کے ساتھ جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! رہے نام اللہ کا!

نماز جنازہ دوبئی میں ادا کی گئی، تابوت پاکستان لایا گیا، دوسری نماز جنازہ لیاقت باغ راولپنڈی میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں ہوئی۔ تیسری نماز جنازہ اٹک شہر کی عیدگاہ کے وسیع میدان میں آپ کے صاحبزادہ وجانشین مولانا قاضی احسان الحق کی اقتداء میں ادا کی گئی اور اپنے بنا کردہ ''جامعہ اشاعت الاسلام'' اٹک شہر میں سپرد خاک کردیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں عطا کیں: (۱) مولانا قاضی احسان الحق ۱۹۹۲ء میں فوت ہوئے۔ (۲) مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (۳) مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم، دارالعلوم تعلیم القرآن کے مہتمم ہیں۔ اپنے والد گرامی کی باقیات کو بھی سنبھالا ہوا ہے۔

عقیدہ شیخ القرآن

کتابچہ مسلک شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقت

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ امابعد!

حضرات انبیاء علیہم السلام کو دنیا سے وفات کے بعد اپنی ارضی قبور میں اجساد مبارکہ کے ساتھ **تعلق** روح حیات حاصل ہے۔ یہ عقیدہ اہل السنۃ والجماعت کے مسلمہ عقائد میں سے ہے۔ اس اجماعی عقیدہ کے خلاف پہلی بار پاکستان میں ۱۹۵۷ء میں حضرت مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے آواز اٹھائی۔ اس پر علماء حق نے گرفت کی۔ اختلاف کی یہ صورت حال علماء سے نکل کر عوامی سٹیج پر جا پہنچی۔ ۱۹۶۲ء میں جب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان میں تشریف لائے تو ان کی کوششوں اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے تعاون سے اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء کی حد تک یہ اختلاف ختم ہوگیا۔ اس فیصلے پر سوائے مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کے سب نے دستخط کر دیئے۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے دستخط نہیں کئے۔ وہ آخر تک اپنے مؤقف پر قائم رہے کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے ارواح مبارکہ کو حیات حاصل ہے اور ارواح کا اجساد سے کوئی تعلق نہیں اور نہ انبیاء علیہم السلام عند القبر سلام سنتے ہیں۔

مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کی اس رائے کو ان کا تفرد سمجھ کر اشاعت التوحید والسنۃ میں برداشت کیا جاتا رہا۔ جب کہ غیر اشاعتی علماء نے اس کی سختی سے تردید کی۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب پہلے مطلقاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد از وفات تعلق روح اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا انکار نہیں کرتے تھے۔ مگر ہمہ وقتی کے قائل نہ تھے۔ اس لئے اس دور میں تفرد کا مطلب ہمہ وقتی کا انکار تھا۔ جب کہ اس کے بعد شاہ صاحب نے مطلقاً انکار کا عقیدہ گھڑا۔ مطلقاً انکار تفرد نہیں بلکہ گمراہی ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے شاہ صاحب کے متعلق جو رائے تحریراً یا تقریراً پیش فرمائی۔ اسی ہمہ وقتی کے انکار کے دور کی ہے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ یہ معاملہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کی ذاتی تحقیق تک ہی رہے۔ انہوں نے اسے جماعتی مؤقف نہ بننے دیا۔ ۱۹۸۰ء میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اشاعت التوحید والسنۃ شاہ صاحب کی پارٹی کے ہاتھوں یرغمال ہوگئی۔ اس پارٹی نے عجیب وغریب انکشافات کا بازار کھول دیا۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے وقتی طور پر دستخط کر دیئے تھے، ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔ بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ جو لوگ ایسی باتیں بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور المہند علی المفند کے مؤلف عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہنے سے نہیں شرماتے۔ انہیں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان باندھتے ہوئے کیا احساس ہوگا۔ حال ہی میں شائع ہونے والا مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب کا کتابچہ ''مسلک شیخ القرآن'' اس پارٹی کی ایسی ہی ایک کاوش ہے۔

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب کا کتابچہ ''مسلک شیخ القرآن فی حیات سید الانس والجان'' کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن نظر سے گزرا۔ تفصیلات سے آگاہی ہوئی۔ راقم آثم عرصہ دراز سے مہربان دوستوں کی واہی تباہی سنتا رہا۔ لیکن اس موضوع کو زیر بحث لانے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ چونکہ مولانا بندیالوی نے ''حقائق کے انکشاف'' کے پردے میں حقائق کو مسخ کرنے اور حضرت شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ کی شخصیت کو متنازع بنانے کی مذموم جسارت فرمائی ہے۔ اس لئے مجبوراً قلم اٹھانا پڑا۔

سب سے پہلے تو یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت شیخ القرآن نور اللہ مرقدۂ کے وصال کے بعد تیس سال بعد تک بندیالوی صاحب کیوں خاموش رہے اور ان حقائق کو بیان کیوں نہیں کیا؟ مولانا ارشاد فرمائیں کہ ان کی یہ معنی خیز خاموشی کس بات کی غماضی کرتی ہے؟ وہ کیا وجوہ تھیں کہ مولانا نے اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا نہیں فرمایا؟

شاید اتنا طویل زمانہ اس لئے تاخیر فرمائی ہو کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء اور تلامذہ دنیا سے رخصت ہولیں۔ رفقاء اور شاگردوں کا جم غفیر چھٹ جائے اور میدان خالی ہو جائے تو پھر ''بگل'' بجادیا جائے تاکہ کوئی مدافعت کرنے والا نہ رہے۔

محترم! جن حقائق کے وقوع پر نصف صدی بیت جانے کے بعد آپ کو ان کے افشاء کی فکر دامن گیر ہوئی ہے۔ ان حقائق کے صدور کے وقت ماشاء اللہ جناب والا تو ''عالم ارواح کو لوریوں سے لطف اندوز'' ہو رہے تھے۔ آپ کیا جانیں کیا عوامل تھے؟ کیا واقعات اور کہاں اور کیسے وقوع پذیر ہوئے ہیں؟ اگر نوجوان علماء کرام کے ذہنی خلفشار کو کافور کرنا آپ کے لئے ناگزیر تھا تو اس قدر تاخیر کیا، مجرمانہ غفلت کے زمرے میں نہیں آتی؟ قوم کے نونہال کجروی کا شکار ہوتے رہے اور آپ ہیں کہ خواب خرگوش میں محو رہے۔ **یاللعجب!**

شیخ الحدیث مولانا عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت مولانا عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کا رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں وصال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ (مولانا عطاء اللہ بندیالوی) نے ایسی شخصیت پر سب سے زیادہ تنقید کے تیر و نشتر کی بوچھاڑ کی ہے جس کی نیک نیتی کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ موصوف کی مخلصانہ جدوجہد، مصالحاتی کوششوں اور علماء دیوبند کے اتفاق واتحاد، ان کی یکجہتی اور یگانگت کا جذبہ صادقہ آپ کو گوارا نہ ہوا۔

یعنی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ مدیر جامعہ الاشاعت الاسلام حضرو، جو آپ کی جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے رکن رکین اور اکابرین میں سے ہیں۔ اگر آپ نے انہیں معاف نہیں فرمایا تو بقول آپ کے مخالفین کے ساتھ آپ کے معاندانہ رویہ کی کیفیت کیسی ہوگی۔ علمہ عند اللہ!

قدرت کا انتقام

آپ نے آں محترم کے خلاف جو طنزیہ انداز اختیار فرمایا، اس کی دل آزار جھلکیاں کچھ ایسی ہیں ''کیا آپ سے راضی ہو جائیں گے، آپ کو گلے لگالیں گے، آپ کے گلے میں پھول ڈالیں گے، تو کیا آپ اس اتحاد کی خاطر

توحید کے گلے پر چھری رکھ کر وسیلے اور توسل کے قائل ہوجائیں گے؟'' جناب والا نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام زیدمجدہ کی خدمت میں یہ عقیدت کے پھل نچھاور کئے تو پھر قدرت نے آپ سے بھی انتقال لے لیا ہے۔

میرے خیال میں آپ کی ذات والاصفات لائق صد تبریک ہے کہ ''مسلک شیخ القرآن'' لکھ کر جن حقائق کو پردہ اخفاء سے منصۂ شہود پر آپ لائے ہیں۔ اس ''عظیم الشان اور ناقابل فراموش'' خدمت کے صلے میں آپ کی اپنی ہی جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے ذمہ داران نے آپ کے مبارک گلے پر چھری رکھ کر کتابچہ کے پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل نمبر ۱، نمبر ۲ کے اندر کے صفحات پر مرقوم حقائق مٹوا دیئے ہیں۔

بندیالوی صاحب نے اپنے اس کتابچہ مسلک شیخ القرآن طبع اوّل کے سرورق نمبر ۱ کے اندرون مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب مدظلہ کی تقریظ اور اندرون آخر سرورق پر مولانا سجاد بخاری صاحب کا اعلان تصحیح جواہر القرآن لگایا اور دوسری اشاعت میں دونوں حصے اڑا دیئے۔

کیا جناب والا! یہ وضاحت فرمائیں گے کہ ٹائٹل کے اندر والے صفحات کی زینت بننے والے حقائق کو کیونکر ''ہباءً منثورا'' کردیا گیا ہے؟ کیا یہ انتقام خداوندی نہیں ہے کہ آپ نے ایک بزرگ شیخ الحدیث کا تمسخر اڑایا تو قدرت نے آپ سے انتقام لے لیا؟

نوٹ: یہ رائے گرامی مسلک شیخ القرآن کے ٹائٹل کے اندر والے صفحہ پر چھپی تھی، جسے بعد میں حذف کردیا گیا۔ آخر کیوں؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!

رائے گرامی

استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث تلمیذ شیخ القرآن حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب دامت برکاتہم

امیر اشاعت التوحید والسنہ پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

میں نے عزیز مکرم مؤرخ اسلام حضرت مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی کی کتاب (مسلک شیخ القرآن فی حیاۃ سید الانس والجان ﷺ) کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے مختلف پروپیگنڈوں سے متاثر ہوکر جماعتی احباب خصوصا نوجوان طبقہ میں حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے مسلک کے متعلق جو غلط فہمیاں جنم لے رہی ہیں مولانا نے ان کے ازالہ کے لئے بروقت اقدام کیا ہے۔

حضرت شیخ القرآن کا حقیقتاً یہی مسلک تھا جو مولانا نے واضح کردیا ہے اور آپ تاحیات اسی مسلک پر قائم رہے۔ یہاں میں یہ بھی واضح کردینا چاہتا ہوں کہ خود میں بھی الحمدللہ پورے شرح صدر کے ساتھ اسی مسلک پر قائم ہوں۔

(مولانا قاضی) عصمت اللہ

جناب بندیالوی صاحب کے مایہ ناز کتابچہ ''مسلک شیخ القرآن'' کے ٹائٹل کے اندر کے صفحہ پر یہ رائے گرامی طبع ہوئی۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ یہ جعلی اور بوگس تحریر تیار کی گئی۔ جھوٹ اور غلط انتساب جناب قاضی صاحب کی طرف کیا گیا اور جب جھوٹ کا یہ پلندہ زیور طباعت سے آراستہ وپیراستہ ہوکر منظر عام پر آیا اور حضرت اقدس قاضی

عصمت اللہ صاحب مد فیوضہم کی نظر سے گزرا تو موصوف نے ''ڈھول کا پول'' کھول دیا اور اس کذب بیانی کو طشت از بام کرتے ہوئے اسے ملیا میٹ کرنے کا حکم دیا ہوگا۔

قابل غور تو یہ بات ہے کہ ایک ایسے بزرگ جو بحمد للہ بقید حیات ہیں اور اشاعت التوحید والسنہ کے اکابرین میں سے ہیں۔ ان پر افتراء کا یہ عالم ہے تو جو بزرگ شخصیات دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں اور جن کے متعلق مولانا بندیالوی اور ان کے ہمنوا حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ کیسے کیسے جھوٹے اور من گھڑت عقائد ان سے منسوب کئے جاتے ہوں گے۔ حالانکہ اس تقریظ میں مولانا بندیالوی کے ذکر کردہ جس عقیدہ کی نسبت شیخ القرآن اور مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب مدظلہ کی طرف کی گئی ہے۔ مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب مدظلہ اشاعت التوحید والسنہ کے اجلاسوں میں بارہا حلفاً اس کی تردید کرتے ہوئے وضاحت کر چکے ہیں کہ میرے والد مولانا قاضی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قبر مبارک میں حیات ہیں اور قبر مبارک کے قریب پڑھا گیا درود وسلام خود سنتے ہیں۔

نوٹ: مندرجہ ذیل وضاحت مسلک شیخ القرآن کے آخری ٹائٹل کے اندر والے صفحہ پر شائع ہوئی تھی۔ جسے بعد میں کسی نامعلوم وجہ کے باعث نکال دیا گیا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مسئلہ سماع موتی دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا چلا آرہا ہے۔ لیکن احقر راقم کو تفسیر جواہر القرآن (سورۃ روم) اور پھر (اقامۃ البرہان ص ۶۷) میں خود ہی لکھنے کے باوجود ہمیشہ اس میں تأمل رہا ہے۔ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ پر اختلافی ہونے کا حکم لگانے کی بنیاد مجھے نہیں مل سکی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جب حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رونما ہوا اس وقت ہی اس پر دور صحابہ میں بھی اختلافی ہونے کا حکم لگا یا گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں غالباً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو سماع موتی کا قائل بتایا جاتا ہے اور دلیل یہ ہے کہ وہ قلیب بدر والی حدیث کے راوی ہیں جسے سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سماع موتی کا انکار کیا اور اس حدیث کی توجیہ فرمائی۔ مگر اتنی سی بات سے اس مسئلہ کا اختلافی ہونا ثابت نہیں ہوسکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث سماع موتی پر معرض استدلال میں بیان فرمائی تھی۔

یہ حدیث حدیث کی بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن (دور اختلاف سے قبل) کسی بھی محدث نے اس حدیث کو سماع موتی کے عنوان کے تحت ذکر نہیں کیا بلکہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو صاحب واقعہ ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اس کے راوی ہیں نے بھی کبھی اس حدیث کو سماع موتی کے سیاق میں ذکر نہیں کیا اور نہ کہیں اس کو اس مسئلہ پر معرض استدلال میں پیش فرمایا بلکہ انہوں نے اس کو محض ایک پیش آمدہ واقعہ کے طور پر ہی ذکر کیا۔ اس لئے اس حدیث کو بیان اور روایت کرنے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سماع موتی کا قول منسوب کرنا اور پھر اس پر دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ کے اختلافی ہونے کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قلیب بدر والی حدیث کی توجیہ فرمائی اور اس سے سماع موتی ثابت کرنے کا راستہ بند کر دیا۔ اگر یہ مسئلہ اس دور میں اختلافی صورت اختیار کر چکا تھا تو قائلین سماع موتی نے حضرت صدیقہ کی توجیہ وتاویل کا کیوں جواب نہ دیا؟ بعد والوں نے تو اتنے ڈھیر سارے جواب سوچ لئے مگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا کوئی جواب نہ

سوجھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے یہاں اس مسئلہ میں اختلاف موجود نہیں تھا۔
ھذا ما عندی و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم! احقر الوریٰ سجاد بخاری ۱۸ رذی الحجہ ۱۴۰۱ ھ
(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۸۱ ص ۲۷، ۲۸ وارشاد الاصاغر الی مسلک الاکابر ص ۱۴، ۱۵)

مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے مسلک شیخ القران طبع اوّل میں مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب سے دھوکہ کیا کہ ان سے منسوب جھوٹی تقریظ شائع کی۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب اس طرح کے کاموں میں ہاتھ کی صفائی کے ماہر ہیں۔ اس سے پہلے حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ایسا سلوک کر چکے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر کے متعلق اہل السنۃ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''قبر سے مراد زمین کا گڑھا ہی نہیں، بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔'' (جواہر الایمان ص ۶)

مولانا بندیالوی نے اپنے رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۳ پر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کی اس طہارت سے لفظ ''ہی'' کو اڑا دیا۔ جس سے عبارت کا مفہوم ہی بدل گیا ۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

دیوبندیت

مولانا بندیالوی صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام کو بطور طعن وتشنیع کے مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے: ''خدارا سوچئے اور جواب دیجئے کہ علاقہ کے خدام اہل سنت صرف اتنا عقیدہ رکھنے پر آپ کو گلے لگالیں گے اور آپ کے گلے میں پھول ڈال کر آپ کو دیوبندی تسلیم کرلیں گے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۱)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بندیالوی صاحب کا تعلق دیوبندیت سے نہیں ہے۔ بلکہ دیوبندیت سے ماوریٰ کسی اور تنظیم یا جماعت سے ہے اور یہی تاثر ان کے کتابچہ ''مسلک شیخ القرآن'' سے ملتا ہے۔ بندیالوی صاحب نے پوری تحریر میں اکابرین دیوبند کا بطور قائد یا مشائخ کے ذکر تک نہیں کیا۔ ایک آدھ مقام پر حضرت گنگوہی قدس سرہ کا نام بھی اپنے مفاد میں تحریر کیا ہے یا ایک جگہ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی ضمناً ذکر کیا ہے۔ جہاں بھی ذکر کیا ہے تو جمعیت اشاعت التوحید والسنہ یا اکابرین جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کا نام ہی لیا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ''دیوبندیت'' سے دور کا بھی آپ کا واسطہ نہیں۔ آپ کا ملجا و ماویٰ صرف اور صرف اشاعت التوحید والسنہ ہی ہے۔ بانیان دیوبند، مشائخ دیوبند اور زعماء دیوبند سے آپ کا علمی، روحانی یا مسلکی تعلق واسطہ نہیں۔

اگر دیوبندی مسلک سے آپ کا انحراف اور اعراض نہ ہوتا تو کسی مسئلہ میں، کہیں تو ان کا تذکرہ، ان کی آراء اور ان کے افکار ونظریات کا حوالہ دیا ہوتا۔ بہر حال یہ روش آپ کو مبارک ہو۔ خسرت فی الدنیا و الآخرۃ!

محترم! آپ دوسروں کی فکر مت کریں اور انہیں سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔ بلکہ آپ اپنی خیر منائیں۔ جس جمعیت اشاعت التوحید والسنہ پر آپ نازاں وفرحاں ہیں۔ اس کا تعارف آپ ہی کے ہم مسلک میاں محمد الیاس اس طرح کراتے ہیں:

''اصلاح عقائد کے میدان میں ان لوگوں نے بڑا شاندار کام کیا۔ مگر اصلاح اعمال کی موثر دعوت غالباً ان کے شیڈول اور پروگرام ہی میں نہ تھی۔ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری اس عہد کے بہت بڑے عارف

باللہ اور مجسم تقویٰ بزرگ تھے۔علماء اور عوام کی ایک بڑی تعداد ان کے حلقہ ارادت میں شامل تھی۔مگر ان کے ہاں بھی تربیت کا نظام موجود نہ تھا۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۶۱)

''مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے حلقے سے باہر شاید ہی کسی عالم دین نے یا کسی عامی نے اس جماعت سے وابستگی اختیار کی ہو۔'' (ایضاً ص ۲۶۲)

''یہ تأثر ابھرا کہ یہ محض چند ہم مرشد واعظوں کا متحدہ پلیٹ فارم ہے جنہوں نے وقتی تقاضوں کے تحت ایک تنظیم تو بنالی مگر جماعت کے طور پر چلا نہ سکے۔'' (ایضاً ص ۲۶۳)

''جماعت کے بارے میں کچھ نہ ہی کہنا بہتر ہے۔'' (ایضاً ص ۲۶۹)

جماعت کا دور اوّل ۱۹۵۷ء سے ۱۹۸۰ء تک تیئس سالوں پر محیط ہے۔اس کے بعد جماعتی عہدیداروں کے لئے کوئی معیار نہ رہا اور یہ سلسلہ چل نکلا کہ ہر بڑے باپ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کو''سجادہ نشین'' بنا لیا گیا۔ جس سے جماعت کے قدیم کارکن اور سرکردہ وجید علماء پس پردہ چلے گئے اور آہستہ آہستہ جماعتی وابستگیوں سے دامن چھڑا بیٹھے۔اس رجحان نے جماعت کو زبردست نقصان پہنچایا اور اب یہ حال ہو گیا ہے کہ: ہر چند کہیں کہ ہے،نہیں ہے!

جمعیت میں مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی حیثیت دل کی سی تھی۔ان کی وفات کے بعد چند سال جیتی رہی اور اب گور کنارے پہنچ چکی ہے۔ (ایضاً ص ۲۶۵)

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب ایک خاص مشن پر جمعیت اشاعت التوحد والسنۃ کو دیوبندیت سے الگ کرنا چاہتے ہیں اور نوجوان نسل کی تربیت کے عنوان سے اس فلسفہ کی تشہیر بھی کرتے رہتے ہیں۔ اشاعت التوحید والسنۃ میں یہ ذہن عرصہ سے چل رہا ہے۔چنانچہ اشاعت التوحید والسنۃ کے ممدوح اور معتمد مؤرخ جناب میاں محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ پر بھی یہ الزام دھرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دیوبندیت کے ساتھ ان کی وابستگی اور (INVOEMENT) اس نوعیت کی تھی کہ وہ جمعیت علماء اسلام کو اپنی جماعت پر ترجیح دیتے رہے۔'' (ایضاً ص ۲۶۳)

مولانا بندیالوی کی طرح مؤرخ اشاعت کا حضرت شیخ القرآن پر یہ محض الزام ہے۔اس لئے کہ انہوں نے دیوبندیت اور جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کو کبھی مقابل نہ سمجھا تھا۔وہ تو اسے ایک ہی شجر کا سایہ قرار دیتے تھے۔

یہ ہے آپ کی جمعیت اور یہ اس کے خدوخال ہیں۔جس کو آپ دیوبندیت پر ترجیح دے رہے ہیں۔

سوانح شیخ القرآن کی تدوین

آنجناب نے سوانح شیخ القرآن کا بڑے کرخت انداز میں ذکر فرمایا ہے۔جناب تحریر فرماتے ہیں:''یہ جھوٹا پروپیگنڈا تحریر وتقریر کے ذریعہ اس شدومد سے کیا گیا اور ۱۹۶۲ء کی ایک تحریر کے ظاہر کو دیکھ کر اور اس کی مکمل حقیقت کو جانے بغیر اس پر اس طرح حاشیے چڑھائے گئے کہ سادہ لوح عوام تو رہے اپنی جگہ،کچھ خواص بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ایک عالم نے''سوانح شیخ القرآن'' کے نام سے کتاب لکھ کر اور ایک معروف خطیب نے''میرے شیخ القرآن'' کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کر کے تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی اور سو فیصد تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۸)

مولانا بندیالوی کی طرح ایسے الزامات واتہامات کی بوچھاڑ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جن اکابر علماء دیوبند سے ہمارا علمی اور روحانی تعلق ہے ان کی مخلصانہ دینی خدمات پر بھی معاندین ایسی ہی بہتان تراشی کرتے رہے ہیں۔ یہ ''سوغات'' تو مجھے ورثہ میں ملی ہے۔

لیکن میں یہ تلخ حقیقت عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت اقدس شیخ القرآن برداللہ مضجعہ کا وصال ۱۹۸۰ء میں ہوا۔ اس وقت ان کے تین فرزندان ارجمند جید عالم بقید حیات تھے۔ ان کے ہزارہا شاگرد جن میں علم ودانش کے سرخیل، ادیب اور قلمکار اور نامی گرامی خطباء بھی تھے اور حضرت اقدس کی جماعت اشاعت التوحید والسنہ جس کے وہ روح رواں تھے، میں صاحب جبہ ودستار مشائخ، مقتدر شخصیات، عالمی شہرت یافتہ خطباء، مفسر قرآن اور شیوخ حدیث اور ہرفن میں ید طولیٰ رکھنے والے اصحاب فضل وکمال کے ہوتے ہوئے کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت شیخ القرآن کی ذات والا صفات کو درخور اعتناء نہ سمجھا گیا۔ ان کی بے پناہ علمی خدمات کو فراموش کردیا گیا۔ ان کی جماعتی اور مسلکی گراں قدر خدمات سے چشم پوشی اختیار کرلی گئی۔ اشاعت توحید کی خاطر گلا کٹوانے، گولیاں کھانے اور شدائد ومشکلات میں تن من دھن کی بازی لگانے والے شیخ القرآن کے حالات زندگی لکھنے کی کسی کو توفیق نہ ہوسکی۔ ان کے جلیل القدر تلامذہ نے بے وفائی کا مظاہرہ کیا۔ ان کی جماعت نے بزدلی کا ثبوت دیا اور بعض بزرجمہروں'' نے خاموشی میں عافیت سمجھی اور اس ضیغم اسلام، مرد آہن کو یکہ وتنہا چھوڑ دیا۔

جو کام حضرت شیخ کے نامور تلامذہ اور جماعت کے مشاہیر نہ کرسکے۔ اللہ جل شانہ نے ان کے ایک ادنیٰ خادم سے یہ خدمت لے لی۔ ''ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء''

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجھے بجا طور پر فخر ہے کہ میں نے اپنے شیخ کے افکار ونظریات اور نقوش زندگی کو محفوظ کرکے ان کے نام کو روشن کیا ہے اور مستقبل کا مؤرخ ان بنیادوں پر تاریخ کی پرشکوہ عمارت تعمیر کرے گا۔ ان شاء اللہ! اگر آپ جیسے ناعاقبت اندیش خیرخواہ اس خدمت سے چیں بجبیں ہوتے ہیں تو یہ سعادت آپ کو مبارک ہو۔

شیخ القرآن کے خلف الرشید مولانا قاضی احسان الحق کی تصویب

احقر نے ''سوانح شیخ القرآن'' حضرت کے خلف الرشید مولانا قاضی احسان الحق مرحوم کی رہنمائی اور سرپرستی میں مرتب کی ہے۔ کتاب کی تکمیل کے بعد قاضی احسان الحق صاحب کو حرف بہ حرف سنائی ہے اور بحمد للہ اسے حضرت قاضی صاحب کی تائید اور تصویب حاصل ہے۔

حضرت شیخ القرآن کے افکار ونظریات سے جس قدر ان کے خلف الرشید حضرت قاضی صاحب واقف اور آگاہ تھے۔ جناب بندیالوی صاحب نہ آپ اور نہ ہی کوئی دوسرا ہوسکتا ہے۔ حضرت قاضی صاحب نے آپ کی طرح اسے ''جھوٹا پروپیگنڈا'' قرار نہیں دیا اور نہ ہی اسے حقائق مسخ کرنے کی مذموم کوشش قرار دیا ہے۔ جب کہ یہ سارا معاملہ حضرت شیخ کے وصال کے دس سال بعد ۱۹۹۰ء کا ہے۔

کتاب کی اشاعت اور بے پناہ مقبولیت کے بعد جمعیت اشاعت التوحید کے بعض حضرات کی طرف سے اعتراضات کی صدا بھی سنی گئی اور بالخصوص مولانا محمد فاروق مدنی مرحوم کے الزامات کا پلندہ جمعیت کے اکابر، مولانا

قاضی احسان الحق اور راقم الحروف کو بھی وصول ہوا۔ جس پر حضرت قاضی صاحب نے سخت ترین ردعمل اور غم وغصہ کا اظہار فرمایا۔ چونکہ قاضی صاحب شدید ترین بیماری میں مبتلا تھے۔ اس لئے فوری طور پر وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے دلی جذبات اور مسرت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائے تو میں ان شاء اللہ اپنے والد گرامی قدر کی سوانح کی رونمائی کی تقریب منعقد کروں گا۔''

لیکن زندگی نے انہیں اس خوشی اور مسرت کے اظہار کا موقع نہ دیا اور وہ یہ ارمان دل میں لئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

کتاب ''میرے شیخ القرآن''

جناب بندیالوی لکھتے ہیں: ''ایک معروف خطیب نے ''میرے شیخ القرآن'' کے نام سے ایک کتابچہ تحریر کر کے تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی اور سو فیصد تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۸)

مولانا! آپ نے بڑی حقارت اور تعصب کے ساتھ خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مولانا موصوف ایک مایہ ناز خطیب، توحید خداوندی کے بے باک اور سربکف مبلغ، شمع ختم نبوت کے پروانے، دیوانے اور مستانے، علوم نبوت کے شیدائی اور فدائی، مسلک دیوبند کے ترجمان، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہٗ کے جلیل القدر تلمیذ، شیخ القرآن کے سٹیج کی زینت، شیخ کی کانفرنسوں کے صدر نشین، شیخ القرآن کے افکار ونظریات کے ترجمان، شیخ کے مشن کے علمبردار اور شیخ القرآن کے عاشق زار تھے۔

محترما! اگر علماء حق کا اکرام واحترام آپ کے مزاج عالی کے خلاف ہے تو یہ ادا آپ کو مبارک ہو۔ آپ جیسے دانشور، اہل علم اور محقق ''ہم چوں ما دیگرے نیست'' کے دعویدار ہوتے ہیں۔ ان کی نظروں میں باقی سب ہیچ ہیں۔

آپ حضرات کے ''قابل اعتماد مؤرخ اور صاحب قلم وقرطاس'' میاں الیاس سے ہی خطیب پاکستان کا تعارف دریافت کر لیتے ہیں۔ میاں صاحب لکھتے ہیں: ''خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی (فیصل آباد)

مولانا ضیاء القاسمی شیخ القرآن کے گلِ سرسبد میں ایک نمایاں پھول تھے، ایک شعلہ بیان خطیب، توحید وسنت کے داعی، شرک وبدعت کے قاطع اور فرق باطلہ کے خلاف شمشیر برہنہ تھے۔ مولانا ضیاء القاسمی شیخ القرآن کے انتہائی محبوب اور منظور نظر تلامذہ میں سے تھے۔ شیخ انہیں بہت عزیز رکھتے تھے اور یہ بھی شیخ پر جان سے فدا تھے۔ بلکہ ان کے مزاج میں بے حد دخیل تھے۔ مولانا ایک عظیم خطیب تھے، شرک وبدعت، تحفظ ناموس صحابہ اور تحفظ ختم نبوت کے میدان میں انہوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۷۹)

ایسی عظیم شخصیت کو آپ اس لئے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحیح ترجمانی کی ہے۔ سچ ہے:

خونے نہ کردہ ایم کسے را نہ کشتہ ایم
جرمم ہمیں است عاشق روئے تو گشتہ ایم

حیات شیخ القرآن

الحمدللہ! راقم آثم کی کتاب ''سوانح شیخ القرآن'' کو بیحد پذیرائی اور قبولیت عام حاصل ہوئی۔ بہت قلیل

عرصہ میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا اور دوسرا ایڈیشن بھی ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس وجہ سے بعض لوگ حسد کی آگ میں جل بھن کر کوئلہ بن گئے اور وہ سوانح شیخ القرآن کا جواب اور توڑ لکھوانے کا منصوبہ بنانے لگے۔ لیکن حضرت شیخ کے ہزار ہا تلامذہ اور اشاعت التوحید والسنہ جیسی عظیم جماعت میں سے کوئی فرد اس کاز کے لئے نہ مل سکا۔ بالآخر ایک ایسے آدمی کا انتخاب کیا گیا جو غیر متشرع ہونے کے ساتھ نہ عالم دین ہے اور نہ ہی شیخ القرآن کے سامنے اس نے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور نہ ہی اشاعت التوحید کا وہ رکن ہے۔ جو ''میاں محمد الیاس'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

میاں صاحب! حیات شیخ القرآن کی ابتداء میں ''پیش لفظ'' کے ضمن میں اپنا تعارف یوں کراتے ہیں: ''میں مولانا کا شاگرد ہوں نہ رفیق کار، میرا اور ان کا تعلق اتنا ہی ہے جتنا مقرر اور سامع کا یا امام اور مقتدی کا۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۹)

پڑھیئے اور سر دھنیئے! یہ ہے ان حضرات کا قابل اعتماد سوانح نگار، جس سے حضرت شیخ القرآن کے حالات زندگی لکھوائے گئے۔ اس نے حق سچ بات کہہ دی ہے۔ جس شخص کو نہ شیخ سے شرف تلمذ حاصل ہے نہ وہ ان کے علوم ومعارف سے آشنا، نہ ان کی مجلس وصحبت سے مستفید ومستفیض ہوا۔ وہ حضرت شیخ کی نوے سالہ زندگی کے نشیب وفراز کو کیا جانے اور حضرت شیخ کے افکار ونظریات کا اسے کیا ادراک ہوگا؟

مجھے معلوم ہے کہ میری کتاب ''سوانح شیخ القرآن'' کا توڑ تیار کرنے کے لئے ''کالا دھن'' مال کہاں سے آیا اور کون کون سے ''پاکدامن'' اس میں ملوث ہیں؟

بہر حال حیات شیخ القرآن لکھوائی گئی، کمپوزنگ کے مراحل بھی طے ہو گئے۔ لیکن شیخ القرآن کے خلف الرشید قاضی احسان الحق مرحوم کی زندگی میں یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ آج بھی وہ کمپوز شدہ مسودہ محفوظ ہے۔

جو کالا دھن اس سازش کے لئے آیا تھا یار لوگوں نے ہضم کر لیا اور ڈکار بھی نہ لی۔ جب وہ کالا دھن اچھی طرح ہضم ہو گیا تو ایک بار پھر میخوار لوگوں نے انگڑائی لی اور میاں صاحب کو دوبارہ کتاب لکھنے پر مجبور کیا گیا۔ چنانچہ میاں صاحب نے کتاب مرتب کر دی اور لطف کی بات یہ ہے کہ احقر کی کتاب سوانح شیخ القرآن جسے بندیالوی صاحب مذموم حرکت اور حقائق مسخ کرنے کے القابات سے نواز رہے ہیں۔ میاں صاحب نے اسی کتاب کو ماخذ قرار دے کر اس سے خوشہ چینی کی ہے۔ ملاحظہ ہو: حیات شیخ القرآن طبع اوّل اپریل ۲۰۰۶ ص ۹۵، عنوان: ماخذ ومراجع نمبر ۸۲۔

لیکن یہ بھی ہمارے لئے ایک اعزاز ہے۔ یہ مقولہ مشہور ومعروف ہے۔ الفضل ماشهدت به الاعداء۔ سچ ہے: جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔

قاسمی معاہدہ کا آنکھوں دیکھا حال

۱۹۵۷ء میں جب مسئلہ حیات النبی ﷺ میں علماء دیوبند کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ جو رفتہ رفتہ انتہائی شدت اختیار کر گیا۔ ایک جانب شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ، حضرت مولانا قاضی نور محمد، حضرت مولانا قاضی شمس الدین وغیرہ تھے اور دوسری جانب مولانا خیر محمد جالندھری اور مولانا محمد علی وغیرہ تھے۔

اگرچہ بزرگ علماء کرام نے مصالحت کی بارہا کوشش کی مگر بدقسمتی سے کامیابی نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ ۱۹۶۲ء میں دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہ پاکستان تشریف لائے۔ فریقین نے اسے نیک فال قرار دیا اور مصالحت کے لئے سرگرم ہو گئے۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب کی تجویز پر دونوں جانب کے علماء کرام نے اپنا مؤقف تحریری طور پر قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت شیخ القرآن، حضرت قاضی نور محمد، حضرت قاضی شمس الدین اور مولانا صدر الدین اصلاحی راولپنڈی دارالعلوم تعلیم القرآن کے کتب خانہ (جہاں اس وقت ایک بڑا کمرہ بنا دیا گیا ہے) میں تشریف فرما ہوئے۔ شیخ القرآن کا یہ خادم (محمد عبد المعبود) جو اس وقت کتب خانہ رشیدیہ میں ملازم تھا، بھی ان اکابر کے پاس موجود تھا۔ عبارت تحریر کرنے کے دوران حضرت شیخ القرآن نے فرمایا: اس سلسلہ میں ہمارا ایک فتویٰ ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع ہوا تھا لیکن یاد نہیں کہ کس ماہ اور کس سن میں وہ چھپا تھا۔

راقم آثم نے عرض کیا وہ ستمبر ۱۹۵۹ء کا شمارہ ہے اور میرے پاس موجود ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا وہ رسالہ لاؤ۔ میں نے ماہنامہ تعلیم القرآن کا مذکورہ شمارہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جس میں یہ فتویٰ بایں الفاظ شائع ہوا تھا: ''کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔''

مفتی عبد الرشید ۲۷ صفر ۱۳۷۹ھ (۲/ستمبر ۱۹۵۹ء) الجواب صحیح: لاشئی غلام اللہ خان

اس پر مولانا صدر الدین اصلاحی نے کہا: ''مولانا یہ (محمد عبد المعبود) کس حیثیت سے یہاں بیٹھا ہے؟''
حضرت شیخ القرآن نے ارشاد فرمایا ''یہ مولانا لاہوری (شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری) کا مرید ہے۔ اگر اس کے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں تو بھی ہر ٹکڑے سے آواز آئے گی کہ نبی علیہ السلام زندہ ہیں۔''

مولانا صدر الدین اصلاحی کے منہ پر مہر سکوت لگ گئی اور وہ خاموش ہو گئے۔

یہ تھا حضرت شیخ القرآن کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مؤقف اور اس گنہگار پر اعتماد، جس کے متعلق آپ یعنی بندیالوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''حقائق کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی۔''

حاشا وکلا میں نے ''سوانح شیخ القرآن'' میں حقائق کو مسخ نہیں کیا بلکہ دیانت و امانت اور خوف خداوندی کے پیش نظر حقائق کو من وعن بیان کیا ہے۔ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں ایک جملہ تو کجا ایک لفظ تک بھی میرا ذاتی نہیں ہے بلکہ حضرت شیخ یا ان کے مفتی اور میرے استاذ حدیث مفتی عبد الرشید یا پھر فریقین کی متفقہ تحریر کے الفاظ ہیں۔ جو بعینہٖ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت اگست ۱۹۶۲ء (ص ۲۵،۲۴) اور (خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۴۳۷) میں شائع ہو چکے ہیں۔

میں نے یہ تفصیلات سوانح شیخ القرآن میں عمداً شامل نہیں کی تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ جیسے حضرت شیخ کے خیر خواہ، فداکار اور جان نثار وقت گزر جانے کے بعد اپنی انا کی خاطر ان حقائق کا انکار کر کے نوجوان علماء اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکیں گے۔

ماہنامہ تعلیم القرآن کے مذکورہ بالا شمارے میں شائع شمارہ شدہ فتویٰ کی روشنی میں حضرت شیخ القرآن، حضرت قاضی نور محمد، حضرت قاضی شمس الدین نور اللہ مرقدہم نے اپنا مؤقف تحریر فرمایا اور علماء دیوبند میں اتفاق واتحاد اور یگانگت کے عظیم ترجذبہ کے پیش نظر حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش فرما دیا۔ جس کا عکس جمیل متفقہ قدر مشترک میں کس خوبصورتی کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۴۴۴)

یہ ہیں وہ تلخ حقائق جنہیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سمیت مقتدر علماء کرام نے صمیم دل سے قبول فرمایا۔ لیکن آپ جیسے ناعاقبت اندیش حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے تابناک کردار کو داغدار کرنے کی سعی نامشکور میں مصروف ہیں۔

جناب بندیالوی صاحب نوجوان طبقہ کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان کی اس کارروائی اور پمفلٹ بازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشاعت التوحید والسنۃ کے موجودہ احباب خصوصاً نوجوان طبقہ اس مخمصے اور پریشانی میں مبتلا ہوگیا ہے کہ حضرت شیخ القرآن ۱۹۶۲ء کے معاہدے پر دستخط کرکے اپنے پہلے مسلک سے رجوع کرکے نبی کریم ﷺ کے لئے عندالقبر صلوٰۃ وسلام کے سماع کے قائل ہوگئے تھے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۱)

جناب بندیالوی صاحب! نوجوان طبقہ کو مخمصے میں نہ ڈالیں اور انہیں یقین دلائیں کہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی یہی تھا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا فتویٰ مطابق ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء سے روز روشن کی طرح عیاں ہے اور ۱۹۶۲ء کے بعد بھی اسی مسلک پر قائم ودائم تھے۔ نہ تو آپ نے اپنا مسلک تبدیل فرمایا ہے اور نہ ہی کسی کو بے جا پریشانی میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے۔ وہ ہمیشہ حضور نبی کریم ﷺ کے عندالقبر سماعت کے قائل تھے اور تادم آخر یں اسی پر قائم رہے۔

تاریخ ساز معاہدہ اشاعت والوں کی نظر میں

۱۹۶۲ء میں ایک متفقہ دستاویز کے ذریعہ تاریخ ساز معاہدہ طے پایا، جسے نامی گرامی علماء کرام کی تائید و توثیق حاصل ہے اور جلیل القدر علماء کرام کے اس پر دستخط ثبت ہیں۔ لیکن بعض حضرات اس کی افادیت کو کم کرنے کی ناکام سعی میں مصروف ہیں۔ بندیالوی صاحب اسے ایک بے وقعت تحریر قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اپنے کتابچہ میں بارہا لکھا ہے ''ایک تحریر'' اس فیصلہ کن معاہدہ کے متعلق ان حضرات کی طرف سے تین متضاد آراء کا اظہار کیا گیا ہے۔ مولانا نیلوی صاحب کو اس فیصلہ کو درست ماننے والوں سے رفض کی بو آرہی ہے۔ مولانا بندیالوی اس کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ جب کہ میاں الیاس فرماتے ہیں، شیخ القرآن نے اس سے رجوع فرمالیا تھا۔ اب تفصیل ملاحظہ ہو:

مثلاً مولانا محمد حسین شاہ نیلوی لکھتے ہیں۔

''اور جو فیصلہ راولپنڈی میں کیا گیا تھا، اگرچہ اس مجلس میں شامل بڑے بڑے جید علماء نے متفقہ طور پر لکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ فیصلہ شرع کی کسوٹی پر صحیح نہیں اترتا۔ اس لئے اس فیصلے کا ماننا صحیح نہیں اور اس فیصلے کا انکار کرنے والے کو اہل السنت والجماعت سے خارج قرار دینا اور اس کی اقتداء میں نماز نہ ہونے کا فتویٰ دینا ناقابل فہم بات ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس فیصلے کی بنیاد بننے والی روایت کی تحقیق ہوجانے کے بعد بھی اس فیصلے کو درست کہنے والوں میں رفض کی بو آتی ہے۔'' (ماہنامہ گلستان اسلام سرگودھا شوال ۱۴۱۷ھ/مارچ ۱۹۹۷ء ج ۲ ش ۱۰ ص ۱۷، ۱۸)

میاں محمد الیاس کی بڑھک

میاں محمد الیاس، جو اس وقت جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے ہیرو بنے ہوئے ہیں وہ اپنی رائے پیش

کرتے ہیں: ''رہا یہ سوال کہ شیخ القرآن نے قاری محمد طیب صاحب کی رقم کردہ تحریر پر دستخط کیوں کر دیئے تھے؟ اس کا جواب تو یہی ہے کہ مولانا کے نزدیک یہ مسئلہ عقائد ضروریہ میں سے نہ تھا اور انہوں نے جماعت دیوبند میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے اور اسے انتشار سے بچانے کے لئے یہ ''اجتہادی قدم'' اٹھایا تھا جس سے انہوں نے رجوع کرلیا۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۸۳)

میاں صاحب نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی جسارت کی ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت شیخ القرآن کو منصب اجتہاد پر فائز کیا اور پھر ان کے نیچے سے مسند کھینچ لی ہے۔

اور دوسرا یہ کہ حضرت شیخ نے اس معاہدہ سے رجوع کرلیا تھا۔

لیکن میاں صاحب حضرت شیخ کے رجوع کا کوئی ٹھوس ثبت پیش کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔ اس بے دلیل اور بے بنیاد دعویٰ کی کیا وقعت اور کیا حیثیت ہے۔ سوائے اس کے کہ حضرت شیخ کی ذات کو بدنام کیا جائے اور ایک سے بڑھ کر ایک جھوٹ ان کے سر تھوپا جائے۔ اللہ کی پناہ! کیا میاں صاحب یہ وضاحت کریں گے کہ مجتہد کے کیا اوصاف لازمی ہیں اور اجتہاد کے لئے کیا شرائط ضروری ہیں؟

اشاعت التوحید والسنۃ کے مؤرخ میاں محمد الیاس صاحب مزید لکھتے ہیں:

''بعض علماء صلح نامہ راولپنڈی کی عبارت سے استدلال کرکے مولانا کو سماع صلوٰۃ وسلام کے قائلین میں شمار کرتے ہیں، جو مولانا سے زیادتی اور ان حضرات کی کور باطنی ہے۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۸۳)

یہ فیصلہ اشاعت التوحید والسنۃ کی مرکزی قیادت کا ہے کہ اس فیصلے کو درست کہنے والوں سے رفض کی بو آتی ہے اور وہ کور باطنی کا شکار ہیں۔ معاذ اللہ! کیا شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا قاضی نور محمد اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب ﷫ سب سے رفض کی بو آرہی ہے اور سب باطن کے اندھے ہیں۔ استغفر اللہ معاذ اللہ!

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب کی طرف سے تنسیخ معاہدہ کا تاثر

حضرت علامہ محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے اپنے کتابچہ میں بڑے طمطراق اور جوش وخروش سے بار بار دعویٰ کیا ہے کہ ۱۹۶۲ء میں قدر مشترک پر مبنی معاہدہ منسوخ ہوگیا ہے۔ لہٰذا شیخ القرآن نے عقیدہ حیات النبی ﷺ اور استشفاع میں ''یوٹرن'' لے لیا ہے اور اپنے سابقہ افکار ونظریات تبدیل کرلئے ہیں۔ یہ غلط تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

مولانا لکھتے ہیں: ''اگر یہ تحریر اور معاہدہ برقرار رہا ہوتا اور منسوخ نہ ہوا ہوتا تو پھر حضرت شیخ القرآن اس معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری سے الگ ہو جاتے۔'' (ص ۱۶)

مزید لکھتے ہیں: ''پھر یہ حقیقت تسلیم کرلینی چاہئے کہ ۱۹۶۲ء کا یہ فیصلہ منسوخ اور ناقابل عمل ہوگیا تھا۔'' (ص ۲۰)

مولانا بندیالوی صاحب نے صغرے کبرے ملا کر یہ نتیجہ اخذ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ۱۹۶۲ء کا فیصلہ منسوخ اور ناقابل عمل ہو چکا ہے اور حضرت شیخ القرآن سماع عند القبر کے قائل نہیں رہے ہیں۔

محترما! جو وجوہات اور اسباب آپ نے پیش فرمائے ہیں جیسے حضرت شیخ القرآن کا سید عنایت اللہ شاہ سے الگ نہ ہونا اور اس معاہدہ کا اپنے بیانات میں ذکر نہ کرنا اور اشاعت التوحید کے جلسوں میں شریک ہونا وغیرہ۔

حضرت شیخ القرآن کی یہ روش ان کی رواداری، بھائی چارہ، قدیم جماعتی اور مسلکی وابستگی کی پاسداری کی غماضی کرتی ہے جو ان کی عالی ظرفی اور حسن اخلاق کی تابندہ مثال ہے۔ یہ اقدام نہ تو معاہدہ پر اثر انداز ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کی منسوخی کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی مکمل تفصیلات آمدہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

لیکن جناب والا! آپ اپنی پوزیشن واضح فرمائیں کہ آپ کو معاہدہ کی منسوخی کا اختیار کس نے دیا ہے؟ کیا فریقین میں سے کسی ایک نے یہ اختیار آپ کو تفویض کیا ہے کہ مایہ ناز اور مقتدر علماء ومشائخ کے مابین طے ہونے والا معاہدہ آپ بیک جنبش قلم منسوخ کردیں یا آپ کی شخصیت اس قدر پاورفل ہے کہ اپنے آپ ہی اس کی منسوخی کا اعلان کردیں۔

اگر جناب کو ایسا اختیار حاصل نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ایک تاریخی متفقہ معاہدہ کو منسوخ قرار دے کر عامۃ الناس کو کیوں دھوکا دے رہے ہیں۔ کیا حضرت شیخ القرآن نے معاہدہ کے اٹھارہ سال بعد تک کبھی اپنی کسی تحریر میں، تقریر میں، دورہ تفسیر کے دوران، خلاصہ تراویح میں یا کسی جلسہ عام میں اس معاہدہ کی تنسیخ کا اعلان فرمایا ہے یا اس سے برأت کا اظہار کیا ہے یا اس سے لاتعلقی کا برملا تاثر دیا ہے۔ اگر ایسی کوئی دستاویز کوئی ٹھوس ثبت ہے یا کوئی گواہ ہے تو پیش فرمائیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین!

چونکہ یہ معاہدہ زبانی کلامی نہیں بلکہ تحریری دستاویز ہے، جس پر فریقین کے دستخط ثبت ہیں، اگر بقول جناب بندیالوی صاحب کے یہ منسوخ ہوگیا ہے تو تنسیخ کا تحریری ثبوت پیش کریں جس پر حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ سمیت فریقین کے دستخط موجود ہوں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی وزیر دستخطی

دارالعلوم تعلیم القرآن سے جاری ہونے والے فتاویٰ

مولانا! آیئے پہلے آپ کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق وتوثیق کے ساتھ دارالعلوم تعلیم القرآن کے دارالافتاء سے جاری ہونے والے فتاویٰ کی سیر کراؤں جن سے اغماض کرکے آپ نے قارئین کو دھوکا دینے اور غلط تاثر دینے کی مذموم حرکت کی ہے۔

۱...... مفتی عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ”کئی اکابر علمائے دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عندالقبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔“ مفتی عبدالرشید ۲۷ رصفر ۱۳۷۹ھ (۲ر ستمبر ۱۹۵۹ء)

الجواب صحیح: لاشئی غلام اللہ خان۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹ء)

۲...... مولانا محمد شفیع معین آباد ضلع بہاولنگر کے سوال کے جواب میں مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں: ”ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو درود وسلام بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قبر مبارک پر پڑھنے کے وقت بنفس نفیس سنتے ہیں جیسا کہ کئی روایات میں آیا ہے اور یہی جمہور علماء دیوبند کا مسلک ہے لیکن یہ مسئلہ فروعی ہے۔ بنیادی عقائد میں سے نہیں ہے۔ فلہٰذا اس میں اختلاف کی گنجائش بھی ہے۔ دلائل کی بنا پر اگر اس میں کوئی صاحب علم اختلاف کرے تو وہ معذور ہے۔“ مفتی عبدالرشید ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ (۱۶ر اکتوبر ۱۹۶۲ء)

شیخ القرآن اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کے فیصلے کو مدار بنانا چاہئے۔ اگرچہ ہم اور اکابرین علماء دیوبند سماع درود وسلام عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ لیکن جو دوام کے قائل نہیں ہیں وہ بھی علماء اہل السنت والجماعۃ اور علماء دیوبند میں سے ہیں۔'' لاشئی غلام اللہ خان ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ (۱۶/ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

۳...... الاستفتاء: حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہٗ، السلام علیکم!

ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب احمد سعید خان ہیں وہ کہتے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، وہ شخص کافر ہے۔ وہ مولوی صاحب اپنے آپ کو آپ کی جماعت کا بتاتے ہیں۔ دیوبندی لوگوں میں بہت اختلاف ہوگیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں۔ تاکہ عام مسلمانوں کی رہبری ہوسکے۔ نیازمند احقر عبدالقادر خان عباس، احمد پور شرقیہ سابق ریاست بہاول پور

الجواب وھوالموافق للصواب: کتب فقہ حنفیہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عندالقبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں۔ سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲/ صفر ۱۳۹۶ھ (فروری ۱۹۷۶ء)

الجواب صحیح: لاشئی غلام اللہ خان جواب درست ہے: ناکارہ خلائق غلام ربانی

نوٹ: اس فتویٰ کا عکس (خیر الفتاویٰ ج۱ ص۱۸۸) پر مطبوعہ ہے۔ (ماخوذ خیر الفتاویٰ ج۱ ص۱۲۷)

۴...... باسمہ تعالیٰ: بخدمت محترم حضرت شیخ القرآن صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

معروض ہوں کہ ضلع سرگودھا میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب بمقام ککڑ ہٹہ ضلع ملتان کا تقریریں کر رہا ہے اور وہ خود کو اشاعت التوحید والسنہ کا مرکزی مبلغ ظاہر کرتا ہے جس سے دیوبندی پارٹی میں بڑی نفرت اور کشمکش پیدا ہورہی ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں مسلک ان کا ٹھیک ہے اور کئی کہتے ہیں کہ علماء جمہور اس عقیدہ کے خلاف۔ لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے کہ آپ کے فتویٰ پر ایک کمیٹی کی لڑائی جھگڑا ختم ہوتا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل سوالوں پر روشنی فرمائیں تاکہ ہماری پارٹی (کمیٹی) مضبوط رہے۔ ہم سارے دیوبندی ہیں اور جمعیت العلماء اسلام، خدام اہل سنت سے تعلق رکھتے ہیں اور کئی آدمی اشاعت التوحید کی جماعت کے ہیں۔

سوال نمبر۱: جو شخص کشف قبور سیکھے اور سکھلائے یا خود کرے اور اسے جائز سمجھے وہ بالکل کافر ہے جیسے مرزائی کافر ہیں۔

سوال نمبر۲: جو شخص نبی کریم ﷺ کو روضہ اطہر میں زندہ باشعور سمجھے یا یہ عقیدہ نبی کریم ﷺ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت خود درود وسلام سنتے ہیں اس عقیدہ والا بھی کافر ہے۔

سوال نمبر۳: جو شخص درود وسلام پڑھے بذریعہ فرشتے نہیں پہنچایا جاتا۔

لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے اور اخلاق کریمانہ سے امید کرتا ہوں کہ جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔ جوابی لفافہ ارسال خدمت ہے۔ بقلم خود محمد یوسف سلیم چک نمبر ۱۱۷ شمالی فی الحال چک نمبر ۱۴ پٹھان والی بھلوال

الجواب واللہ الموفق للصواب

جواب نمبر ۱: سادات دیوبند کشف قبور کے قائل ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور دیگر علماء دیوبند کی تصریح ان کی کتابوں میں موجود ہے اور ہم بھی اس کے قائل، اس کا انکار صحیح نہیں ہے اور قائل کو کافر کہنا تو بڑی جہالت ہے۔

جواب نمبر ۲: روضہ اطہر پر حاضری کے وقت پیغمبر علیہ السلام خود سنتے ہیں۔ جمہور امت اس پر متفق ہے اور سادات دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ اس کا انکار بھی جہالت ہے اور قائل پر کفر کا فتویٰ جاہلانہ جسارت رکھتا ہے۔

جواب نمبر ۳: یہ بھی جہالت ہے، علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے۔ ایسے شخص کی تقریر سننا سخت گناہ ہے۔ اہل ایمان پر لازم ہے کہ اپنا ایمان مضبوط رکھیں اور ایسی صحبت سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی، مہر مدرسہ:

۳؍ جمادی الاوّل ۱۳۹۸ھ؍ ۱۱؍ اپریل ۱۹۷۸ء

دور اہتمام شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ

جناب بندیالوی صاحب! حضرت اقدس شیخ القرآن برد اللہ مضجعہ کی یہ تحریر ۱۹۷۸ء کی ہے جو ۱۹۶۲ء والے متفقہ معاہدہ کے سترہ سال بعد تفسیر جواہر القرآن سے سولہ سال بعد اور حضرت شیخ کے وصال سے صرف دو سال پہلے کی آخری تحریر ہے اور آپ ہی کا پیش کردہ اصول یہ ہے:

''جو حضرات ۱۹۶۲ء کی ایک تحریر کے آئینے میں حضرت شیخ القرآن کا مسلک متعین کرنے کی غلط فہمی یا ہٹ دھرمی پر مصر ہیں۔ وہ ۱۹۷۶ء کی اس تحریر کو بغور پڑھیں اور از راہ انابت یہ علمی فیصلہ فرمائیں کہ کسی شخص کی آخری تحریری پہلی تحریر کے لئے ناسخ کا درجہ رکھتی ہے۔'' (ص ۳۵)

آیئے ذرا انصاف کے تقاضے پورے کریں۔ دوسروں کو اصول بتانے والے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ''غلط فہمی یا ہٹ دھرمی پر مصر'' آپ ہیں یا حضرت شیخ کے مسلک و مشرب کی صحیح ترجمانی کرنے والے ہم خدام ہیں۔

اگر آپ میں حمیت ایمانی یا غیرت کی رمق ہے تو آپ معاہدہ کے سترہ سال بعد والی آخری تحریر کو جو اس معاہدہ کی توثیق، تائید اور تصدیق کر رہی ہے، بلا چوں و چرا اس قبول فرمالیں۔ لیکن جناب والا! یہ جرأت ایمانی کہاں سے لائیں؟ آپ تو حضرت شیخ القرآن کے تابناک کردار کو داغدار اور مسخ کرنے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں۔

حضرت شیخ کی زندگی کی یہ آخری تحریر ''اوہام باطل کے پرستاروں'' کے لئے ایٹم بم کی حیثیت رکھتی ہے جس کی دل دوز کڑک سے جناب والا کے عنکبوتی تاروں سے تعمیر شدہ اوہام باطلہ و فاسدہ کے محلات دھڑام سے زمین بوس ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔

اگر آپ میں جرأت ہے تو اس فتویٰ کو باطل ثابت کریں یا پھر حضرت شیخ القرآن کی کوئی صریح اور واضح عبارت پیش کریں جس میں حضرت نے حضور انور ﷺ کا عند القبر مبارک سماع کا انکار کیا ہو۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مذکورہ بالا فتاویٰ اس حقیقت کو آشکارا کر رہے ہیں کہ ۱۹۵۹ء سے لے کر ۱۹۷۸ء تک تازیست متواتر اور مسلسل حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل تھے۔

حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کے صحیح ہونے پر تعلیم القرآن راولپنڈی کا فتویٰ ۱۹۶۷ء۔

مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے مولانا سجاد بخاری صاحب کے قلم سے لکھے ہوئے حاشیہ قرآن مجید کے حوالے سے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ذمہ یہ لگایا ہے کہ حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' جو میری قبر

کے قریب درود پڑھتا ہے میں خود اسے سنتا ہوں، موضوع ہے اور مولانا سید محمد حسین نیلوی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ: اس فیصلہ (۱۹۶۲ء) کی بنیاد بننے والی روایت کی تحقیق ہو جانے کے بعد بھی اس فیصلے کو درست کہنے والوں سے رفض کی بو آتی ہے۔ (ماہنامہ گلستان اسلام ج ۲ ش ۱۰، شوال ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء ص ۱۸)

اس حدیث کے صحیح ہونے کے متعلق حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تائید سے جاری ہونے والے فتویٰ میں ملاحظہ ہو: یہ فتویٰ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کے دارالافتاء سے جاری ہوا اور ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں چھپا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ، دارالعلوم تعلیم القرآن کے مہتمم اور ماہنامہ تعلیم القرآن کے بانی، مدیر اعلیٰ اور سرپرست اعلیٰ تھے۔

سوال: تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجا جاتا ہے اسے میں پہنچایا جاتا ہوں یہ حدیث سنداً صحیح نہیں۔ محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔ ابن کثیر اردو (ج ۴ پ ۲۲ ص ۳۱) اس مسئلہ میں ہمیں بہت الجھن ہے مہربانی فرما کر ٹھیک بتائیں کہ شک مٹ جائے۔

جواب: اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے اسی کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''قال میرک نقلا من الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید'' (فتویٰ مولانا مفتی عبدالرشید صاحب ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ/ ۱۰ر اگست ۱۹۶۷ء ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ج ۱۰ شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۶۷ء/ رجب ۱۳۸۷ھ ص ۴۷، ۴۸)

اب مولانا بندیالوی غور کرلیں کہ شیخ القرآن اپنی سرپرستی، نگرانی اور تائید میں حدیث ''من صلی علیّ عند قبری سمعته'' کو صحیح قرار دے کر سائل کا شک مٹا رہے ہیں۔ مگر مولانا بندیالوی اور مولانا نیلوی صاحب کا شک ابھی تک نہیں مٹا۔ بلکہ الٹا یہ حضرات اپنا شک حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ لگا رہے ہیں۔ بریں عقل ودانش بباید گریست!

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور سماع موتیٰ پر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل مضمون ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں مطبوعہ ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے حدیث ''من صلی علیّ عند قبری سمعته'' کو بھی پیش کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

زیارت قبر اقدس کے بڑے فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ زائر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود جواب عطا فرماتے ہیں۔ بخلاف اس شخص کے جو دور سے درود وسلام پڑھتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا مگر بذریعہ فرشتوں کے بوجہ اس کے کہ عمدہ سند سے منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے۔ میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی مجھے اطلاع دی جاتی ہے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، مئی ۱۹۵۹ء، ص ۳۱، ۳۲)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون کے متعلق حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالرحمن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: میرے نزدیک مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا مضمون جو مختلف رسائل میں طبع وشائع ہو چکا ہے۔ اس باب میں بہترین مضمون ہے۔ ملاحظہ فرمالیا جائے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جولائی، اگست ۱۹۶۰ء ص ۸۸)

حدیث: ''من صلی علیّ عند قبری سمعته'' پر حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالرحمن کاملپوری، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب صدر مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کو صحیح تسلیم کرنے کی تفصیل آپ نے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی زیر سرپرستی حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ ملاحظہ کر لی ہے۔ یہ اشاعت التوحید والسنہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ مولانا محمد حسین شاہ نیلوی صاحب کے اتباع میں اس صحیح حدیث مبارکہ کی تصحیح کرنے والوں کو رافضی قرار دے کر رفض کی دلدل میں خود اپنی کیسی کیسی شخصیات کو دھکیل رہے ہیں۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

عذاب قبر، مقام قبر اور میت کے جسم سے سوال وجواب پر تعلیم القرآن کا فتویٰ ۱۹۶۷ء

مولانا بندیالوی صاحب اپنے وضعی عقائد کو شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ذمہ لگاتے تھکتے نہیں۔ مسلک شیخ القرآن میں انہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے ذمہ یہ بھی لگایا کہ وہ اس دنیوی ارضی قبر میں میت کے جسم سے سوال وجواب اور اس دنیوی قبر میں عذاب وثواب کے قائل نہیں۔ بجائے اس کے کہ مولانا بندیالوی کے شیخ القرآن رحمہ اللہ پر اس الزام کی تردید ہم کریں۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کی سرپرستی اور تائیدی فتویٰ کو پیش کئے دیتے ہیں۔ یہ فتویٰ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے جاری ہوا اور ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں چھپا۔ حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ دارالعلوم کے بانی ومہتمم اور ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر اعلیٰ اور سرپرست تھے۔

<u>سوال</u>: مردہ سے سوال وجواب قبر میں ہوتا ہے یا جس مقام پر اس کی روح ہوتی ہے وہاں ہوتا ہے؟

<u>جواب</u>: حدیث شریف میں قبر کا لفظ وارد ہے جیسے بخاری اور مسلم کی روایت ہے ''ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه'' الحدیث اور قول محقق بھی یہی ہے کہ برزخی حالات مثل سوال وجواب وتألم وتنعم روح اور جسد دونوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ فلہٰذا بدن جس ظرف میں ہوگا سوال وجواب کا تعلق اس کے ساتھ ہوگا اگر جسد قبر میں ہے تو قبر میں ہوگا اور اگر اور کسی ظرف میں ہے تو اس میں۔ ہٰذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! ۲۰ ر رجب ۱۳۸۶ھ / ۶ ر نومبر ۱۹۶۶ء

(فتویٰ مولانا مفتی عبدالرشید صاحب ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ج ۱۰ ش ۴ ص ۴۵، ۴۶، اپریل ۱۹۶۷ء، محرم ۱۳۸۷ھ)

حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کا عقیدہ تعلق ارواح فتویٰ ۱۹۵۹ء

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے ذمہ اپنا یہ وضعی عقیدہ بھی لگایا ہے کہ وہ موت کے بعد ارواح کے اجساد سے تعلق کے منکر ہیں۔ اسی پر ہم خود شیخ القرآن رحمہ اللہ کی تائیدی تحریر پیش کئے دیتے ہیں۔

(روح کا جسم کے ساتھ) تعلق باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ بالا میں مصرح ہے۔ وتعلقے بقبر نیز ارواح را می باشد۔ قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی اور فقہائے کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقائے تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ

عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ بھی نہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۱)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عقیدہ ۱۹۶۲ء سے پہلے کا ہے۔ فیصلہ ۱۹۶۲ء میں بھی انہوں نے تعلق کو تسلیم کیا اور اس کے بعد بھی ان سے اس کا انکار ثابت نہیں۔

شیخ القرآن مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ جو رئیس الموحدین، امام المفسرین، شیخ المشائخ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے قلبی وابستگی رکھتے تھے۔ وہ اپنے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:

''میں (نصیر الدین غورغشتوی) اور مولانا غلام اللہ خان عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ''برزخی حیات'' کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے: ''اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے۔ اس واسطے وہ قبر کے پاس درود وسلام سنتے ہیں۔'' (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۵)

شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوۃ المصابیح کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: ''وصح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' (حاشیہ مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۳۲)

اور حدیث، انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں صحیح ہے۔

حدیث: ''من صلی علیَّ عند قبری سمعته ای سمعاً حقیقیا بلا واسطة'' حدیث شریف کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میری قبر کے قریب درود وسلام پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں، کا مطلب ہے کہ بغیر کسی واسطے کے حقیقی طور پر سنتا ہوں۔ (بین السطور حاشیہ مشکوۃ ج ۱ ص ۹۳)

حضرت شیخ القرآن کے شاگردوں کی گواہی

مولانا بندیالوی صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت شیخ القرآن کے ہزاروں شاگردوں میں سے کوئی ایک شاگرد اس گواہی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے۔ ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں۔ امانت و دیانت کا اگر جنازہ نہیں نکل گیا تو پھر یہ گواہی اور شہادت دینی پڑے گی کہ اس تحریر کے بعد بھی حضرت شیخ القرآن ہمیشہ تقریر و تدریس میں اور دورہ تفسیر القرآن میں یہی پڑھاتے رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی نہیں بلکہ برزخی ہے اور آپ عند القبر بھی صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔'' (ص ۱۶، ۱۷)

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ متفقہ معاہدہ کے پچاس سال بعد اور حضرت شیخ القرآن کے وصال کے تیس سال بعد مولانا بندیالوی صاحب کو ڈینگیں مارنے کی جرأت ہوئی ہے۔ جب کہ حضرت کے رفقاء کار اور تلامذہ کی اکثریت اس دنیائے فانی سے رخصت ہو چکی ہے۔

تاہم ابھی شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد دنیا میں موجود ہیں، جو اوہام پرستوں، جھوٹ کو فروغ دینے والے بزرجمہروں کا ہر چیلنج قبول کر سکتے ہیں اور ان شاء اللہ ہر دھوکا باز کے دجل وفریب کو طشت از بام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

جناب بندیالوی صاحب! آپ فرماتے ہیں: ''کوئی ایک شاگرد اس گواہی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے۔''

اگر آپ حضرت شیخ کے شاگردوں کی گواہیاں قبول کر لینے کی یقین دہانی کرائیں اور وثوق کے ساتھ عہد کریں تو آپ کو منہ مانگی گواہیاں پیش کی جاسکتی ہیں اور چند تلامذہ کے اسمائے گرامی اس تحریر میں بھی پیش کئے جارہے ہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے صحیح، سچی، ٹھوس اور ناقابل تردید گواہی سے بھی آپ راہ فرار کے لئے حیلے حوالے تلاش کریں گے۔

اس کا بیّن ثبوت آپ کے اسی کتابچہ میں موجود ہے، جس میں آپ نے حضرت شیخ القرآن کے ایک جلیل القدر شاگرد مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی پر انہیں ''تمغہ بسالت'' کا اعزاز اس طرح پیش فرمایا ہے: ''تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے کی مذموم کوشش کی اور سو فیصد تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔'' (ص ۸)

یہ ہے حق وصداقت کے علمبردار گواہوں کے ساتھ آپ کا ایمان سوز رویہ۔

لیکن آپ کے ناروا رویہ اور غیر مہذب زبان استعمال کرنے پر بھی ہم دل برداشتہ نہیں ہوں گے اور نہ ہی آپ کی من مانیوں اور اٹھکیلیوں کے لئے میدان خالی چھوڑیں گے۔

میں آپ کا چیلنج قبول کرتا ہوں اور پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تا حیات عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کے قائل تھے۔

احقر نے متعدد حضرات کی موجودگی میں بارہا حضرت شیخ القرآن کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور سماعت عند القبر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔'' لیکن صد افسوس کہ آپ نے حضرت کے وصال کے تیس سال بعد یہ چیلنج کرنے کی جسارت کی ہے، جب کہ اس کے اکثر چشم دید گواہ دنیا چھوڑ چکے ہیں۔

میرے اس دعویٰ کے ایک اہم گواہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم (حضرو) ہیں جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نہ صرف شاگرد بلکہ رفیق کار اور معتمد خاص بھی ہیں۔ (شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین!)

شیخ القرآن کے عقیدہ پر گواہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ۱۹۶۲ء کا فیصلہ منسوخ نہیں ہوا، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اپنے گھر بلا کر فیصلہ کروایا، انہوں نے تحریر یا تقریر میں کبھی بھی اس فیصلہ سے برأت کا اعلان نہیں کیا۔ یہ فیصلہ پانچ بزرگوں کا تھا اور حضرت قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تائید فرمائی تھی۔ پانچوں بزرگوں کے اس فیصلے کو ''مسلک شیخ القرآن'' کہہ کر یہ دعویٰ کرنا کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے، صرف ایک ہشیاری ہے۔

مکتوب بنام حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

مکتوبہ ۳رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ/ ۵رجولائی ۲۰۱۱ء

مولانا بندیالوی صاحب کے کہنے پر ہم شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے نام پیش کئے دیتے ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ ۱۹۶۲ء پر بطور عقیدہ قائم رہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں بتعلق روح مبارکہ حیات ہیں اور قبر شریف کے قریب پڑھا ہوا درود وسلام خود سنتے ہیں۔

۱...... مولانا قاضی احسان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانشین حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ
۲...... خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
۳...... مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۴...... حضرت مولانا ظہور الحق صاحب دامت برکاتہم (دامان، اٹک) سابق استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور
۵...... حضرت مولانا غلام رسول مدظلہ (موضع میاں عبد الوہاب راولپنڈی)
۶...... مولانا محمد صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرو)
۷...... مولانا عبد السلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرو)
۸...... مولانا عبد المتین صاحب مدظلہ (نرتوپہ حضرو)
۹...... مولانا حافظ مہر محمد صاحب مدظلہ (بن حافظ جی میانوالی)
۱۰...... حضرت مولانا پروفیسر ظفر اللہ شفیق صاحب دامت برکاتہم (لاہور)
۱۱...... مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب مدظلہ ہارون، حضرو)
۱۲...... مولانا عبد الرؤف ربانی صاحب مدظلہ (رحیم یار خان)
۱۳...... حضرت مولانا عبد الرؤف چشتی مدظلہ
۱۴...... مولانا محمود الحسن توحیدی مدظلہ (نرتوپہ، علاقہ چھچھ اٹک)
۱۵...... راقم الحروف محمد عبد المعبود عفی عنہ (راولپنڈی)

حضرت مولانا سید امین الحق کا اظہار خیال

ازقلم: حضرت مولانا حمید الرحمن صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید امین الحق محقق عالم دین اور نڈر رہنما تھے۔ ۱۹۰۲ء میں طورو ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۴۰ھ میں دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ محکمہ اوقاف کی طرف سے شیخوپورہ جامع مسجد میں خطیب رہے۔ جون ۱۹۷۸ء میں فوت ہوئے۔ ''بصائر السنیہ، البہم الحدید فی نحر الحدید، تنبیہ الاغنیاء علیٰ حیاۃ الانبیاء علیہم السلام، عجالہ نافعہ، بائبل اور قرآن، صحابہ رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں، تذکرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، زمینداری کا شرعی نظام، اسلام کا معاشی نظام، اسلام اور قربانی'' آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ خطیب بغدادی کے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کا محققانہ جواب بھی لکھا۔ علم و روحانیت میں آپ اوج کمال پر تھے۔

راقم الحروف کا موصوف سے نیازمندانہ تعلق تھا، عرصہ تک شرف باریابی حاصل رہا۔ ایک مرتبہ بندہ حضرت اقدس کی خدمت میں بابرکت میں حاضر تھا کہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ قدم رنجہ فرما ہوئے۔ مولانا سید امین الحق نے بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا اور ان کی شایان شان اس کا اکرام و احترام کیا۔ گھنٹوں مختلف موضوعات پر شیخین محو گفتگو رہے۔ دوران گفتگو مولانا امین الحق نے فرمایا: ''حضرت! یہ حیات ممات کی کیا کیفیت ہے؟ لوگوں میں بڑا اضطراب پایا جاتا تھا۔''

شیخ القرآن یوں گویا ہوئے: ''واللہ، باللہ، ثم تاللہ، واللہ باللہ ثم تاللہ، واللہ، باللہ ثم تاللہ۔ سید صاحب! میرا مسلک ومشرب وہی ہے جو جمہور اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں اور سنتے ہیں۔''

سید امین الحق اسی معقول جواب سے مطمئن ہو گئے اور مزید کوئی اشکال پیش نہیں کیا۔

شیخ القرآن جامعہ اشرفیہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ انہوں نے مولانا امین الحق سے فرمایا: ''اگر کوئی عذر مانع نہ ہو تو آپ بھی میرے ساتھ جامعہ اشرفیہ تشریف لے چلیں، وہاں شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اور مولانا رسول خان ہزاروی سے ملاقات کی تمنا ہے۔''

سید صاحب گوہر افشاں ہوئے: ''لبیک وسعدیک! آپ کا حکم سر آنکھوں پر''

حکیم محبوب احمد قادری مرحوم شیخوپورہ بھی بطور خادم خاص ساتھ ہو لئے۔ حکیم صاحب کا بیان ہے ''حضرت شیخ القرآن سے جس طرح مولانا امین الحق نے سوال کیا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ نے بھی سوال کیا: حضرت! حیات النبی ﷺ کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟''

شیخ القرآن نے وہی قسمیہ کلمات ثلاثہ جو شیخوپورہ میں سہ بار ادا کئے تھے، انہیں اسی طرح ادا فرمایا اور فرمایا: مولانا! آپ اور دیگر اکابر علماء دیوبند کی طرح میرا یہی مسلک ہے۔ نبی کریم ﷺ قبر مبارک میں حیات ہیں اور وہاں حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ حررہ: احقر الزمان حمیدالرحمن تغمدﷲ بالغفران فی یوم المیزان جامع مسجد عمر فاروق رضی اللہ عنہ، منگرال ماڈل ٹاؤن راولپنڈی ۱۲ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۶ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز چہار شنبہ

تلمیذ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام رسول صاحب دامت برکاتہم کا بیان

حضرت شیخ القرآن کے اوّلین شاگرد رشید اور ہمارے علاقے کے معروف عالم دین مولانا غلام رسول دامت برکاتہم بیان کرتے ہیں: استاذی المکرم، استاذ الاساتذہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان ہمارے ہاں ایک جلسہ پر تشریف لائے۔ علاقہ کے چند معززین نے دریافت کیا: حضرت! کیا حضور انور ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں؟ اور روضہ پاک پر حاضر ہونے والے زائرین کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں یا نہیں؟

حضرت شیخ نے فرمایا: حضور انور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زائرین کا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔''

ان احباب نے عرض کیا: ''حضرت سید عنایت اللہ شاہ کہتے ہیں، نہ قبر میں زندہ ہیں اور نہ ہی صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

حضرت شیخ نے فرمایا: ''اکابر علماء دیوبند حیات اور سماعت کے قائل ہیں۔''

(مولانا) غلام رسول متعلم دارالعلوم دیوبند
ساکن گاؤں میاں عبدالوہاب ڈاکخانہ دیوی، ضلع راولپنڈی
۱۲ر جون ۲۰۱۲ء

تلمیذ شیخ القرآن علامہ عبد الرؤف چشتی اوکاڑوی دامت برکاتہم کے رشحات قلم

جی ہاں! کبھی تحقیقی خدمات ہوتی تھیں۔ آج کل تحقیق کے نام پر تشکیک ہو رہی ہے۔ نوجوان طبقہ کی پریشانی دور کرنے کی خاطر طے شدہ مسائل کو بلا وجہ چھیڑا جاتا ہے۔ وہ مسائل وعقائد جو اہل علم کی تحقیق و تدقیق کے لئے تھے، انہیں عوام میں موضوع گفتگو بنا دیا گیا۔ مستقبل کے خطباء جنہوں نے میدان خطابت میں داد شجاعت دینا تھی، انہیں مختلف موضوعات اور محنت ومطالعہ سے دور کر کے صرف اور صرف حیاتی اور مماتی کے مسئلہ میں الجھا دیا گیا۔ اکابرین علماء رحمہم اللہ دیوبند اور موجودہ علماء کا عامیانہ انداز میں طلبہ کے سامنے ذکر کر کے ان کے دلوں میں ان کے علمی مقام ومرتبہ کو کم کرنے کی کوشش کی گئی۔

اب ان بیچارے طلبہ اور مستقبل کے خطباء ومقررین کے شب وروز اسی بحث ومباحثہ اور سوچ وفکر میں گزرتے ہیں کہ کون حیاتی خطیب ہے اور کون مماتی خطیب ہے۔ کون اندر سے حیاتی ہے اور اوپر سے مماتی ہے اور کون اندر سے مماتی ہے اور اوپر سے حیاتی ہے۔ کس کی عزت کرنی ہے اور کس کی نہیں کرنی۔ کس سے سلام لینا ہے اور کس سے نہیں لینا۔ کس کی تعظیم کرنی ہے اور کس کی تحقیر کرنی ہے۔ کس کا ادب کرنا ہے اور کس کا ادب نہیں کرنا۔ اسی بداخلاقی اور بے ادبی کی نحوست ہے کہ تخلیقی صلاحیتیں مفقود اور تحقیری سوچیں نمودار ہو رہی ہیں۔ علماء کرام کا احترام واکرام ختم ہو گیا ہے۔ ادب، آداب والی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ اپنا ہم عقیدہ ہے تو جاہل بھی شیخ الحدیث ہے، بلکہ علامہ اور عالم ربانی ہے اور اگر اپنا ہم عقیدہ نہیں، تو چاہے وہ جتنا بڑا عالم ہو، ان کے نزدیک مٹی ملتانی ہے اور ان کے متعلق گفتگو کرنا پانی میں مدھانی ہے۔ جب کوئی خود کو عقل کل اور دوسرے کو جاہل فل سمجھے تو بات کیسے بنے گی۔ جھگڑا کیسے ختم ہوگا۔ جھگڑا تو ختم ہوگا کسی کو منصف مان کر اور جن کو منصف وحاکم بنانا تھا اور جن کے فیصلے کو تسلیم کرنا تھا۔ ان پر ہم نے خود ہی تنقید شروع کر دی۔

چنانچہ اساتذہ کو اکابرین علماء پر زبان وقلم چلاتے دیکھ کر طلبہ بھی جری ہو گئے۔ طلبہ کالج کے ہوں یا مدارس کے ہر مسئلے کی تحقیق کرتے ہیں بلکہ بال کی کھال اتارتے ہیں اور پھر دینی مدارس کے طلبہ! سبحان اللہ! انہیں بحث سے اب کون روکے۔ انہوں نے جب حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی یہ تحریر پڑھی کہ ''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' اور اس تحریر پر شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے بھی دستخط دیکھے اور انہیں علم ہو گیا کہ حضرت شیخ القرآن بھی عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل تھے اور حیاتی تھے۔ اسی وجہ سے انہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی نے خانپور میں اپنے جلسہ میں بلوا کر ان سے خطاب کروایا تھا اور شیخ القرآن کے حیاتی ہونے کی وجہ سے ہی دارالعلوم دیوبند والوں نے ۲۱، ۲۲، ۲۳/ مارچ ۱۹۸۰ء کو ہونے والے دارالعلوم کے صد سالہ جلسہ میں حضرت شیخ کو خطاب کی دعوت دی تھی۔ ایسے نوجوان طلبہ جن کا تازہ علم اور تازہ خون ہو، وہ بھلا کیسے خاموش رہتے تو انہوں نے مماتی حضرات سے کہا کہ ایک طرف تم حضرت شیخ القرآن کو اپنا استاد مانتے ہو اور دوسری طرف تم ان کے عقیدہ اور فیصلہ کا انکار کرتے ہو۔ لہٰذا یا تو تم بھی حضرت شیخ القرآن کی طرح عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہو کہ حیاتی بن جاؤ اور یا پھر حضرت شیخ القرآن کو اپنا استاد اور شیخ کہنا چھوڑ دو۔

چنانچہ مماتی حضرات سخت پریشان ہو گئے کہ اگر شیخ کو چھوڑتے ہیں تو ہمارے پاس کچھ نہیں رہتا اور اگر

عقیدہ چھوڑتے ہیں تو ہم کچھ نہیں رہتے۔تو اپنی جان بچانے کے لئے کہنا شروع کر دیا کہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وقتی طور پر دستخط کر دیئے تھے۔ان کا عقیدہ یہ نہیں تھا۔وہ بھی تو آگے طلبہ تھے،عقل وشعور،فہم وادراک رکھتے تھے،نوالہ کانوں میں نہیں منہ میں ڈالتے تھے۔انہوں نے کہا،وقتی طور پر تو دستخط وہ کرتا ہے جو دلائل سے تہی دامن ہو،اور ڈرتا ہو اور شیخ القرآن کے متعلق آپ نے بتایا ہے کہ وہ بہادر،دلیر،نڈر اور بے باک تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے تو یہاں کس کا ڈر تھا؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت شیخ حیاتی تھے،اسی لئے دستخط کر دیئے تھے۔

اب مماتی حضرات کی حالت دیدنی تھی،طلبہ نے جب مماتی حضرات کو شکست خوردہ اور لاجواب دیکھا تو کہا چھوڑیئے اس بحث کو:

ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

اچھا چلئے!اس بات کا جواب دے دیجئے کہ ۱۹۶۲ء میں تو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وقتی طور پر حضرت قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر دستخط کر دیئے تھے،لیکن جو فتویٰ ۲؍ستمبر ۱۹۵۹ء کے ماہنامہ تعلیم القرآن میں شائع ہوا تھا۔جس میں یہ الفاظ ہیں:''کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے۔خصوصاً سید الانبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔''

اس فتویٰ پر بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخ حیاتی تھے اور تم مماتی ہو۔تمہارا حضرت شیخ سے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔اب آئندہ تم حضرت شیخ کو اپنا استاد نہ کہنا۔وہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل اور تم اس عقیدہ کی تردید پر مائل،وہ اپنی تقاریر میں اکابر علماء دیوبند کی تعریف وتوصیف کرنے والے اور تم علماء دیوبند کی تحقیر وتنقیص کرنے والے۔وہ اپنے خطابات میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ،حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت وخراج تحسین پیش کرنے والے اور تم ان کا نام سن کر ناک بھوں چڑھانے والے۔شیخ القرآن دوران بیان حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر جھومنے والے اور تم حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر گھومنے والے۔وہ اکابرین علماء دیوبند کا تذکرہ سن کر سبحان اللہ،ماشاء اللہ! کہنے والے اور تم اکابرین دیوبند کا نام سن کر استغفر اللہ،استغفر اللہ! کہنے والے۔بھلا تم مماتی حضرات کا حضرت شیخ القرآن سے کیا رشتہ ہے۔

تمہیں قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم حضرت شیخ کے نام اپنی تقریروں،تحریروں میں استعمال کرو۔چنانچہ مماتی حضرات نے نوجوان طلبہ اور خطباء کے تابڑ توڑ سوالات اور اعتراضات کی بوچھاڑ سے زچ ہو کر فیصلہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح حضرت شیخ القرآن کے حیاتی ہونے کی تردید کی جائے۔ورنہ یہ نوجوان طبقہ،نوجوان طلبہ اور خطباء ہمارا جینا دوبھر کر دے گا۔

اب مسئلہ تھا کہ یہ کام کون کرے شیخ القرآن کا حیاتی ہونا تو روز روشن کی طرح واضح ہے۔اس روز روشن کو روز سیاہ کون بنائے۔اس سفید کو سیاہ کون بتائے۔اس دن کو رات کون دکھائے۔اس صبا کو صرصر اور بہار کو خزاں کون کہے۔حق کو پھک میں اور سچ کو شک میں کون بدلے،صدق میں کذب کون ملائے۔پھول کو دھول اور گوبھی کو گلاب کون ثابت کرے۔بھیڑوں میں اونٹ کون چھپائے،عبارات پر حضرت شیخ کے چمکتے دستخطوں کو کون مٹائے۔دھوکہ دینے کے لئے عبارتوں میں سے ''ہی'' اور ''بھی'' کون اڑائے۔بہرحال مماتی حضرات کے لئے کسی ایسی شخصیت کو تلاش کرنا واقعتاً ایک مسئلہ تھا اور حقیقتاً کسی ایسے مشاق شخص کی جستجو تھی جو کسی ذی وقار بزرگ اور صاحب علم شخصیت سے دھوکہ کرنے،ان سے منسوب جھوٹی تقریظ پہلے ایڈیشن میں شائع کرنے اور پھر دوسرے ایڈیشن میں اس رائے گرامی کو سرے سے اڑانے میں ماہر اور استاد ہو

جو تحقیق کے نام پر تشکیک کا ماسٹر ہو جو حق چھپانے اور شک پھیلانے میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔ جو اکابرین علماء دیو بند کی شخصیات اور تحقیقات کا تمسخر اڑانے میں طاق ہو۔ جو بلا کا منہ پھٹ ہو۔ جو تقریر اور تحریر میں بلا دلیل اور بلا وجہ تبریٰ کرنے کا اور بزرگوں کی پگڑی اچھالنے کا چمپئن ہو۔ آپ اسے مماتی حضرات کی خوش قسمتی سمجھئے یا بدقسمتی! کہ باوجود کوشش کے انہیں ان کا من پسند شخص نہ مل سکا، جو ان کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ ادھر چونکہ نوجوان طبقہ نے حقائق جان لینے اور سمجھ لینے کے بعد مماتی حضرات کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اس لئے مجبوراً مماتی حضرات نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر اور مماتی ثابت کرنے کے لئے سرگودھا شہر کی مشہور علمی شخصیت اور معروف خطیب حضرت مولانا علامہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب کو متعین کیا۔

چنانچہ حضرت علامہ بندیالوی صاحب نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو مماتی ثابت کرنے کے لئے ایک کتابچہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام ''مسلک شیخ القرآن'' رکھا۔ اس کتابچہ میں حضرت علامہ بندیالوی صاحب نے حضرت شیخ القرآن کو مماتی ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ نہ ہی ان کی محنت دن کو رات بنا سکی اور نہ ہی ان کی کاوش کاغذی پھولوں میں خوشبو پیدا کر سکی۔ جس طرح ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے سو مرتبہ جھوٹ بولا جائے تو پھر بھی جھوٹ نہیں چھپتا۔ اسی طرح حق اور سچ کو چھپانے کے لئے جس قدر بھی بناسپتی دلائل اور بناوٹی اصول وضع کئے جائیں۔ لیکن حق اور سچ بہر حال آشکارا ہو کر رہتا ہے۔ ساون بھادوں کی کالی گھٹائیں، وقتی طور پر سورج کو چھپا کر اندھیرا کر سکتی ہیں۔ لیکن آخر سورج نکلتا ہے اور دھوپ چمکتی ہے تو اندھیرا کہیں نظر نہیں آتا۔

اسی طرح حضرت علامہ بندیالوی صاحب اپنی تمام خطیبانہ، ادیبانہ، فاضلانہ، عالمانہ اور مناظرانہ صلاحیتیں خرچ اور صرف کرنے پر بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اور مماتی ثابت نہ کر سکے۔ حضرت مولانا علامہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب کا تحریر کردہ کتابچہ ''مسلک شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ'' پڑھا اور پھر دوسرا ایڈیشن بھی دیکھا تو مجھے زمانہ طالب علمی کا ایک شعر یاد آ گیا:

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

خیر! حضرت علامہ بندیالوی صاحب کا ''مسلک شیخ القرآن'' کتابچہ جب یادگار اسلاف استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ عبد المعبود صاحب دامت برکاتہم تک پہنچا تو انہوں نے اس کے جواب میں ''عقیدہ شیخ القرآن'' رسالہ تحریر فرما کر مولانا علامہ بندیالوی صاحب کے دلائل و براہین کے پرخچے اڑا دیئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو مماتی ثابت کرنے کے لئے علامہ بندیالوی صاحب نے اپنی ذہانت و فطانت سے جو عمارت تعمیر کی تھی، علامہ عبد المعبود صاحب دامت برکاتہم نے اپنی امانت و دیانت کے ڈائنامائٹ سے اس عمارت کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ ''عقیدہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ'' کتابچہ کے صفحہ ۱۱ پر قدرت کا انتقام کی سرخی دے کر مولانا عبد المعبود صاحب نے حضرت علامہ بندیالوی صاحب کی ریسرچ گاہ پر ایسا سوالیہ میزائیل پھینکا ہے کہ جس نے مماتیوں کے خورد و کلاں، چھوٹے بڑے، عام و خاص، استاد و شاگرد، پیر اور مرید، طلبہ اور خطباء کو لرزہ براندام کر کے رکھ دیا ہے۔

حضرت مولانا علامہ عبد المعبود صاحب نے اپنے رسالہ عقیدہ شیخ القرآن کے (ص ۵۶ سے ۶۱) پر ایسے ایسے راز افشا کئے ہیں کہ سنجیدہ اور متین انسان کے دماغ میں آتش فشاں پھٹتا محسوس ہوتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اس میں حضرت مولانا عبد المعبود صاحب کا کوئی قصور نہیں۔ انہوں نے غالباً ۱۹۹۰ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھی تھی اور کہیں بھی

غیر سنجیدہ اور غیر شائستہ بات نہیں لکھی۔ جو حالات زندگی قلم بند کئے انتہائی محبت وعقیدت اور دیانت وامانت سے سپرد قلم کئے۔ اگر چاہتے تو یہی عقیدہ شیخ القرآن رحمہ اللہ کتابچہ والے حالات وواقعات سوانح شیخ القرآن میں لکھ سکتے تھے۔ لیکن حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب نے علماء کی عزت وتوقیر اور ادب واحترام کے پیش نظر اور باہمی رنجش اور بدمزگی سے بچنے کے لئے اپنے قلم کو سنبھالے رکھا لیکن اب جوان کا قلم ننگی تلوار بنا ہے تو اس میں قصور ان کا ہے جنہوں نے شیشے کے محل میں بیٹھ کر صبر وضبط کی جھونپڑی میں رہنے والے مخلص عبدالمعبود پر بے تحاشا پتھراؤ شروع کیا۔ آخر وہ بھی انسان تھے اور شیخ کے شاگرد بھی! بس جلال میں آگئے اور ایک ہی جوابی پتھر سے شیشے کا محل مسمار کر کے رکھ دیا اور بتادیا کہ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر کسی کو پتھر مارنا انتہا درجہ کی حماقت اور گھٹیا درجہ کی غلطی ہے۔ بہرحال حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب کا کتابچہ عقیدہ شیخ القرآن رحمہ اللہ پڑھنے اور سمجھنے کی چیز ہے۔ حیاتی پڑھے گا تو مزید عقیدہ مضبوط ہوگا اور مماتی خالی ذہن ہو کر پڑھے گا تو ان شاء اللہ حیاتی بن جائے گا۔

آخر میں دو گواہیاں

حضرت علامہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے اپنے کتابچہ میں گواہی بھی طلب کی ہے۔ گزارش ہے کہ میں تقریباً ۱۸، ۲۰ سال حسن ابدال، ضلع اٹک میں رہا ہوں۔ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں حضرت قاری امین رحمہ اللہ کا شاگرد رہا ہوں اور حضرت شیخ القرآن سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ ابتدائی کتابیں میں نے حسن ابدال میں مولانا عبدالقادر قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند سے پڑھیں اور یہی مدرسہ اشرفیہ کے سالانہ جلسہ پر علماء کو بلایا کرتے تھے اور جلسہ کے تمام انتظامات میرے حقیقی چچا مولانا حامد علی رحمانی کے سپرد ہوتے تھے۔ جلسہ میں تمام حیاتی علماء ہی آتے تھے۔ میری اٹھارہ، بیس سالہ زندگی میں صرف ایک مرتبہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری تشریف لائے تھے۔ انہوں نے جب اپنا مخصوص عقیدہ اور نظریہ بیان کیا تو جلسہ میں سخت گڑبڑ ہوگئی تھی۔ ادھر بارش بھی ہورہی تھی تو جلسہ ختم کردیا گیا تھا۔ بس اس کے بعد پھر شاہ صاحب تشریف نہیں لائے۔ مدرسہ کے تمام ذمہ داران چونکہ حیاتی تھے اس لئے انہیں دوبارہ نہیں بلوایا گیا۔ لیکن حضرت شیخ القرآن بارہا مرتبہ تشریف لائے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت شیخ القرآن حیاتی تھے، اگر مماتی ہوتے تو مدرسہ والے انہیں بھی پھر کبھی نہ بلاتے۔

دوسری گواہی

اب آخر میں مماتی حضرات کے لئے ایک تحریر بطور گواہی پیش کرنے لگا ہوں۔ خدا کرے یہ تحریر ان کے عقائد کی اصلاح کا باعث بن سکے۔ جامع مسجد نور، کالج روڈ گوجرانوالہ کے صدر اور جمعیت علماء اسلام کے ناظم انتخابات میاں محمد عارف ایڈووکیٹ کی تحریر ہے۔ انہی سے سنئے۔ فرماتے ہیں کہ: ''مارچ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر میں بھی اپنے اکابر رحمہ اللہ کے ساتھ دیوبند حاضر تھا اور میں بطور خادم حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ کے دیوبند گیا تھا اور ہمارا قیام جانشین شیخ الاسلام مولانا اسعد مدنی رحمہ اللہ کی رہائش گاہ پر تھا، جہاں دیگر بڑے علماء کرام خصوصاً مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہماری رہائش گاہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر وہ قبرستان ہے جہاں بڑے بڑے اکابرین دیوبند مدفون رحمہ اللہ ہیں۔ دوران قیام قبلہ مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کی معیت میں ہم قبرستان میں اکابرین کی قبروں پر فاتحہ کے لئے گئے۔ جب واپس آئے تو مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم پوچھنے لگے کہ کدھر گئے

تھے۔ میں نے بتایا کہ قبرستان حضرت نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ، حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مزارات پر گئے تھے۔ مجھے حکم دیا کہ مجھے بھی قبرستان لے چلو۔ میں اور وہاں موجود دیگر لوگ بھی حضرت مولانا غلام اللہ خان کے ہمراہ قبرستان چلے گئے۔ جب ہم قبرستان میں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی قبر پر گئے تو حضرت مولانا غلام اللہ خان کی حالت عجیب ہوگئی۔ دعا کے بعد فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ میرے تمام عقائد وہی ہیں جو ان تینوں صاحبان قبر کے ہیں۔ یہ واقعہ اس لئے تحریر کر دیا ہے کہ یہ واقعہ محفوظ ہو جائے اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ہمارے اکابر کے کیا عقائد تھے۔ والسلام خاکپائے اسلاف میاں محمد عارف ایڈووکیٹ''

تحریر آپ نے پڑھ لی۔ اصل میرے پاس ہے، اس کی فوٹو کاپی حضرت مولانا عبد المعبود صاحب کی خدمت میں بھیج دی ہے جو دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔ اب میں اور کچھ نہیں لکھتا، صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ:

ہم نے تو دل جلا کر سر عام رکھ دیا
اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کے عقیدت مند حاجی غلام ربانی صاحب مرحوم کا بیان

میرے والد مکرم حاجی غلام ربانی رحمہ اللہ بانی ومتولی جامع امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ محلہ بسم اللہ آباد شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سے بے حد عقیدت اور تعلق خاطر رکھتے تھے وہ بیان فرماتے تھے ۱۹۷۷ء روات قلعہ والی مسجد میں حضرت شیخ کی تقریر تھی، ہم متعدد آدمی اپنے گاؤں چک امرال ضلع راولپنڈی سے بذریعہ سائیکل ۲۰، ۲۲ میل کا سفر طے کر کے روات شیخ کی تقریر سننے رات کے وقت گئے۔

جب شیخ القرآن تقریر شروع کرنے لگے تو مجمع میں سے ایک سفید پوش با اثر آدمی کھڑے ہو کر کہنے لگا: ''مولوی صاحب! مجھے ایک مسئلہ بتائیں کہ آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق'' حضرت شیخ نے فرمایا ''بس بس او بھائی! سن میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو امتی یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھتا ہے اسے فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر پہنچا دیتے ہیں اور جو خوش نصیب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر درود وسلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم خود درود وسلام سنتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ یہ میرا اور میرے اکابر دیوبند کا عقیدہ ہے۔''
اس شخص نے کہا اب آپ ساری رات تقریر کرتے رہیں۔ فقط والسلام: بندہ ناچیز ابرار حسین صدیقی

خطیب وامام جامع مسجد فاروقیہ چک امرال ضلع راولپنڈی
عربی ٹیچر گورنمنٹ بوائز ہائی سکول چک امرال یکم رجنوری ۲۰۱۳ء

مفتیان دار العلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی کا فتویٰ ۲۰۱۲ء

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم تعلیم القرآن کے مفتی حضرات نے حال میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ جس سے ہمارے مؤقف کی تائید مزید ہوگئی ہے کہ شیخ القرآن اور ان کے مفتی حضرات ۱۹۵۹ء سے ۲۰۱۲ء تک اسی نظریہ اور عقیدہ پر قائم ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں حیات ہیں اور وہاں حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔

مولانا بندیالوی کے لئے بھی یہ فتویٰ عبرت آموز ہے کہ دارالعلوم تعلیم القرآن کے درودیوار آج تک حیات النبی ﷺ کی ایمان افروز صدا سے گونج رہے ہیں۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام عرض ہے کہ بندہ نے آپ کی تالیف شدہ کتاب ''نماز اور اس کے جدید مسائل'' پڑھی۔ ماشاء اللہ بہت فائدہ مند رہی۔ لیکن اس میں عقائد عثمانی کے مسئلہ پر ہماری مسجد (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) میں بحث چھڑ گئی ہے۔ کیونکہ یہاں مختلف عقائد و مسالک کے نمازی ہیں اور یہ نمازی دو گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو گمراہ اور کافر و شرک کے القابات سے نوازتے ہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ دونوں فریقوں میں حق پر کون ہے اور کسے اپنے عقائد کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

مفتی صاحب! عاجزی سے درخواست ہے کہ درج ذیل عقائد میں درست عقیدے کی طرف رہنمائی کریں تاکہ اس آزمائش اور جھگڑے کا خاتمہ ہو سکے اور نمازی پرسکون ماحول میں عبادت کر سکیں۔ عقائد درج ذیل ہیں:

فریق اوّل	فریق ثانی
(۱) عذاب یا راحت موجودہ قبر ہی میں ہوتا ہے جس میں جسم اور روح میں ایک تعلق ہوتا ہے۔	(۱) عذاب یا راحت موجودہ قبر میں نہیں ہوتا بلکہ علیین یا سجین میں صرف روح کو ہوتا ہے۔
(۲) حضرت محمد مصطفی ﷺ پر درود پڑھا جائے تو وہ فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے اور قریب سے خود نبی ﷺ سماعت فرماتے ہیں۔	(۲) آپ ﷺ تک درود نہیں پہنچتا یا آپ سماعت ہی نہیں فرماتے۔
(۳) انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں (کیا واقعی اسی حدیث کا راوی محمد بن مروان شیعہ ہے اور حدیث موضوع ہے؟)	(۳) یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کا راوی شیعہ محمد بن مروان ہے۔
(۴) مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (آب حیات) مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ (عقائد علماء دیوبند) اور مولانا شفیع عثمانی اور مولانا سرفراز خان صفدر کے عقائد درست ہیں اور ہمیں اپنے تمام اکابرین اور سلف صالحین پر مکمل اعتماد ہے۔	(۴) آب حیات، المہند علی المفند وغیرہ میں قرآن کے خلاف عقائد درج ہیں، جس کی بنا پر ان کی کتب اور تفاسیر میں تراجم غلط ہیں۔ اصل تراجم ہم تک پہنچے ہی نہیں۔
(۵) جو عقیدہ حیات کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔	(۵) جو عقیدہ حیات رکھے وہ مشرک ہے۔

جلد از جلد تفصیلی و تحقیقی جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں اور اللہ کے ہاں اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔ (آمین)

والسلام: احقر حافظ محمد طاہر فاروقی

خطیب و امام مسجد (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) داؤد خیل ضلع میانوالی۔ ۱۹؍مارچ ۲۰۱۲ء

الجواب

حامداً ومصلیاً: دین کے فروعی احکام میں ایسے مسائل جن کا تعلق اخروی کامیابی اور ناکامی سے نہیں ہے، ان میں عوام الناس کا الجھنا اور محض ضد وعناد کی وجہ سے اکابر علماء کرام پر عدم اعتمادی کا اظہار کرنا اور بے تحقیق ایک دوسرے کو کافر ومشرک اور گمراہ قرار دینا نہایت فکر انگیز اور قابل اصلاح امر ہے۔ کسی کو کافر ومشرک اور گمراہ قرار دینے کے لئے علماء مذہب نے عقائد کی کتابوں میں تمام شرائط مکمل تفصیل کے ساتھ درج کردی ہیں۔ ان کو جانے بغیر محض کسی کے ظاہری عقائد کو دیکھتے ہوئے اسے کافر ومشرک یا گمراہ قرار دینا ایک ایسی بات ہے جس کی حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے اور ایسا کرنے والے کے بارے میں سلب ایمان کی وعید سنائی گئی ہے۔ لہٰذا ایسے فروعی مسائل جن سے عوام کی اخروی کامیابی یا ناکامی کا کوئی تعلق نہ ہو ان میں الجھنے سے حتی الامکان ہر مسلمان کو گریز کرنا چاہئے۔ نیز علماء کرام پر بھی لازم ہے کہ وہ ایسے اختلافی مسائل منبر پر بیان کرنے سے بچیں تاکہ جدال بین المسلمین کی نوبت نہ آئے۔

(فی صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۰۱) "عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما"

(وفیہ ایضاً ج ۲ ص ۸۹۳) "وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک" (کذا فی صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷)

اب سوال میں مذکورہ فریقین کے عقائد کے بارے میں تفصیل ملاحظہ ہو:

۱...... وفات کے بعد میت جہاں قرار پکڑتی ہے وہاں ہی منکر نکیر کے سوالات ہوتے ہیں اور عذاب وراحت بھی روح مع الجسد وہاں ہی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن روح اور جسم کے تعلق کی کیفیت مختلف ہوسکتی ہے۔ چنانچہ روح کا موجودہ قبر میں اعادہ کر کے بھی عذاب وراحت دی جاسکتی ہے اور بلا اعادہ روح صرف ان کے باہمی تعلق سے بھی ایسا ممکن ہے۔ لہٰذا جن مردوں کو درندے کھا لیتے ہیں یا ان کو جلا کر ان کی راکھ پانی میں بہا دی جاتی ہے یا ہوا میں بکھیر دی جاتی ہے تو جہاں اس کے اجزاء ہوتے ہیں وہاں ہی اس سے سوال وحساب ہوتا ہے اور وہاں ہی روح کے تعلق کے ساتھ اسے راحت وعذاب ملتا ہے۔

(فی الفتاویٰ البزازیہ ج ۱ ص ۷۲) "السؤال فیما یستقر فیہ المیت حتی لو اکلہ سبع فالسوال فی بطنہ"

(وفی شرح العقائد النسفیہ ص ۱۲۶) "والجواب انہ یجوز ان یخلق اللہ تعالی فی جمیع الاجزاء او فی بعضھا نوعا من الحیوۃ قدر ما یدرک الم العذاب او لذۃ التنعیم وھذا لا یستلزم اعادۃ الروح الی بدنہ ولا ان یتحرک ویضطرب او یری اثر العذاب علیہ حتی ان الغریق فی الماء والماکول فی بطون الحیوانات والمصلوب فی الھواء یعذب وان لم نطلع علیہ"

۱...... نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک کے قریب اگر درود شریف پڑھا جائے تو حضور علیہ السلام خود سماعت فرماتے ہیں اور اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں اور اگر دور سے درود شریف پڑھا جائے تو درود پڑھنے والے کی طرف سے فرشتے حضور علیہ السلام تک درود پہنچاتے ہیں۔ جمہور علماء اہلسنت والجماعت کا یہی مسلک ہے اور یہی مسلک حضور علیہ السلام کی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں یہ روایت ذکر فرمائی ہے: ''عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال من صلی علیَّ عند قبری سمعته و من صلی علیَّ نائیاً ابلغته'' (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸)

اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی سند میں راوی محمد بن مروان السدی شیعہ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ صرف کسی ایک راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے حدیث کو محض موضوع قرار دینا درست نہیں اور درست بات یہ ہے کہ اس حدیث کو علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں دو سندوں سے ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک سند میں محمد بن مروان السدی کا واسطہ نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اخبرنا ابو الحسن بن بشران انا ابو جعفر بن محمد بن عمرو بن البحتری ثنا عیسی بن عبداللہ الطیالسی ثنا العلاء ابن عمرو الحنفی ثنا ابو عبیدالرحمن عن الاعمش (ح) و اخبرنا ابو الحسن بن الفضل القطان انا ابو الحسین احمد بن عثمان الآدمی ثنا محمد بن یوسف بن موسی ثنا الاصمعی ثنا محمد بن مروان السعدی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة الی آخر الحدیث'' (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸)

مذکورہ دو سندوں میں سے ایک سند میں محمد بن مروان کا واسطہ ہے اور دوسری سند میں نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث درجہ ضعف سے نکل کر حسن لغیرہ بن رہی ہے۔ اس لئے کہ علماء اصول حدیث کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب کوئی ضعیف حدیث ایک سے زائد سندوں سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت حافظ ابن الحجر العسقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کی سند کو جید فرماتے ہیں۔

چنانچہ حضرت حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''و اخرجه ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ من صلی علیَّ عند قبری سمعته الحدیث'' (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۳)

نیز علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں اس حدیث کے علاوہ بھی حضور علیہ السلام تک درود وسلام پہنچائے جانے اور قریب سے آپ علیہ السلام کا صلوٰۃ وسلام خود سماعت فرمانے کے بارے میں احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ تفصیل کے لئے شعب الایمان ''باب فی تعظیم النبی و اجلاله و توقیره'' کا مطالعہ کیجئے۔

اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ ایک مضمون پر وارد ہونے والی متعدد احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی دو سندوں میں سے ایک سند میں راوی کے ضیف ہونے کی وجہ سے اس سے ثابت ہونے والی بات کا بالکل انکار کر دینا اور حدیث کو سرے سے موضوع قرار دے دینا درست نہیں ہے اور صحیح اور حق بات یہی ہے کہ اگر قریب سے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے تو آپ خود سماعت فرماتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پڑھنے والے کا درود حضور علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں۔

<u>وضاحت</u>: سوال میں محمد بن مروان کے راوی ہونے کا اشکال ''الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون الحدیث'' کی سند کے بارے میں مذکور ہے۔ جب کہ محمد بن مروان کا واسطہ اس حدیث کی سند میں نہیں ہے بلکہ ''من صلی عند قبری سمعته الحدیث'' کی سند میں ہے۔

۳...... نبی آخر الزمان حضرت محمد عربی ﷺ سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں روح مع الجسد زندہ تشریف فرما ہیں اور بسا اوقات نماز بھی پڑھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے: ''عن انس ان النبی ﷺ قال الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' (الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۰)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فرمایا ہے اور علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث اپنی کتاب حیاۃ الانبیاء میں مرفوعاً ذکر فرمائی ہے۔ کتاب کی عدم دستیابی کی وجہ سے اصل ماخذ کی طرف رجوع تو نہیں ہوسکا۔ البتہ علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس حدیث کی سند پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وقد جمع البیھقی کتابا لطیفا فی حیاۃ الانبیاء فی قبورھم اورد فیه حدیث انس الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اخرجه من طریق یحیی بن ابی کثیر وھو من رجال الصحیح (یتبع) عن المستلم بن سعید وقد وثقه احمد وابن حبان عن الحجاج الاسود وھو ابن ابی زیاد البصری وقد وثقه احمد وابن معین عن ثابت عنه'' (فتح الباری ج۶ ص ۶۰۲، ۶۰۳)

علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدث کا اس حدیث کی سند کو ذکر فرما کر صحیح قرار دینے کے بعد اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر رد کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ لہٰذا جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں ان کے ذمے دلیل کا پیش کرنا لازم ہے۔

۴...... المہند علی المفند اکابر علماء دیوبند کی ترجمانی کرنے والی مستند ترین کتاب ہے جس میں علماء دیوبند کے عقائد، اہل السنۃ والجماعت کے متفقہ عقائد کے مطابق درج ہیں۔ اسی طرح اکابر علماء دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور ان حضرات کے ہم پلہ ودیگر اکابر کی کتب وتفاسیر کو غلط قرار دینا اور ان کی طرف کم فہمی یا کم علمی کی نسبت کرنا یا یہ کہنا کہ ''یہ حضرات تو صحیح تراجم تک پہنچے ہی نہیں'' اور ان اکابر علماء کو غلطی پر سمجھنا نہایت محرومی اور گمراہی کی طرف راہ ہموار کرنے والی بات ہے۔ مذکورہ اکابر ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس دور میں امت کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے اہل السنۃ والجماعت کے مسلک حق کو اپنی تحریرات سے واضح کر کے امت تک پہنچایا ہے۔ لہٰذا ان کی طرف غلطی کی نسبت کرنا بہت خطرے اور ہدایت سے محرومی کی بات ہے۔ (ماخذ: فتاویٰ دار العلوم کراچی ج ۱ ص ۲۰۴)

فقط: واللہ اعلم بالصواب: قاسم علی عفی عنہ دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۴/ ۵/ ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: ریاض محمد دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۴/ ۵/ ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: بندہ ضیاء الرحمن عفی عنہ دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۴/ ۵/ ۱۴۳۳ھ

تفسیر جواہر القرآن

مولانا عطاء اللہ بندیالوی نے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ کے عقیدے کی وضاحت کے لئے اپنے موقف کے ثبوت میں ''تفسیر جواہر القرآن'' کو بھی پیش کیا ہے۔ تفسیر جواہر القرآن حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مولانا سجاد بخاری صاحب نے لکھی ہے۔ تفسیر جواہر القرآن شیخ القرآن کے افادات تو ہوسکتے ہیں۔ شیخ القرآن کی تالیف نہیں کہلا سکتی۔ اس لئے تفسیر جواہر القرآن کو حرف بحرف شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے ان کے عقیدے کی وضاحت میں اسے پیش نہیں کیا جا سکتا۔

خود حضرت مولانا سید ابواحمد سجاد بخاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''آئندہ صفحات میں تفسیر جواہر القرآن کے نام سے قرآنی معارف اور تفسیری فوائد کا بیش بہا خزینہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، وہ قدوۃ السالکین، رئیس المفسرین حضرت الشیخ مولانا حسین علی قدس سرہ المتوفی ۱۳۶۲ھ کے تفسیری نکات پر مشتمل ہے۔ جن کی ترتیب وتدوین کا کام حضرت کے تلمیذ خاص شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نے احقر الانام کے ذمہ لگایا اور قدم قدم پر رہنمائی فرماتے رہے۔'' (تعارف تفسیر جواہر القرآن ص ۵)

غالباً حضرت سجاد بخاری کی اسی تصریح کے پیش نظر حضرت شیخ القرآن کے سوانح نگار میاں محمد الیاس تفسیر جواہر القرآن کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تفسیر درحقیقت مولانا حسین علی کی املائی تفسیر بلغۃ الحیران کی تشریح وتسہیل اور نئی ترتیب وتدوین ہے۔ شیخ القرآن اپنے شیخ کے افادات وملفوظات کے راوی ہیں اور مولانا سجاد بخاری مرتب ومدون۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۴۳)

''مولانا موصوف (شیخ القرآن) نے اپنا سارا تصنیفی اور تحریری کام مولانا سید بخاری سے کروایا۔''

(مقدمہ تسہیل بلغۃ الحیران ص ۵۱۲، مطبوعہ اشاعت اکیڈمی پشاور)

ان کتابوں کے اصل مؤلف چونکہ سجاد بخاری صاحب ہیں اس لئے وہ آخر تک ان میں تبدیلیاں کرتے رہے اور قبول ان کے خود شیخ القرآن رحمہ اللہ تفسیر جواہر القرآن سے مطمئن نہ تھے۔ ملاحظہ: (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت نومبر ۱۹۸۱ء، بحوالہ ماہنامہ نغمہ توحید گجرات ج ۴ ش ۳ ص ۵۶، بابت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ/ستمبر ۱۹۹۲ء)

ان شواہد اور حقائق کے برعکس مولانا بندیالوی تفسیر جواہر القرآن کا مرتب حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کو قرار دیتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ وہ اپنی غلط بیانی، دروغ گوئی اور دھوکا دہی کو اس آڑ میں سچا باور کراسکیں۔ مولانا بندیالوی صاحب ''شیخ القرآن کا مسلک، تفسیر جواہر القرآن اور اقامۃ البرہان کے آئینے میں'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''آیئے دیکھتے ہیں کہ تفسیر جواہر القرآن کے مختلف مقامات پر آیات قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ نے اپنے مسلک ونظریہ کو کس انداز میں بیان فرمایا۔'' (ص ۲۵)

مولانا بندیالوی مزید لکھتے ہیں: ''قرآن مجید کے منشاء کو سمجھنے کے لئے موجودہ دور میں تفسیر جواہر القرآن ایک نادر اور خوبصورت تفسیر ہے۔ حضرت شیخ القرآن نے اسے مرتب فرما کر مسلمانوں پر عموماً اور اشاعت التوحید والسنۃ سے متعلق لوگوں پر خصوصاً احسان عظیم فرمایا ہے۔'' (ص ۳۰)

محدثین کرام کا یہ متفقہ اصول اور ضابطہ ہے کہ ''جس روایت میں اضطراب'' پایا جائے وہ نہ تو قابل قبول ہوتی ہے اور نہ ہی قابل استناد ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں جب تفسیر جواہر القرآن کی حیثیت مشکوک بنادی گئی اور اس کے مرتب کی شخصیت مضطرب روایات کا نشانہ بن گئی تو پھر بندیالوی صاحب اس کے تفسیری اقتباسات سے اپنا مدعا اور مسلک کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟

بندیالوی صاحب آپ ہی انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ذرا وضاحت فرمائیں کہ جس تفسیر کے مدون ''آخر تک ان میں تبدیلیاں کرتے رہے'' اس میں بیان کردہ عقائد اور نظریات کو حضرت شیخ القرآن کی

طرف کیسے منسوب کیا جاسکتا ہے؟ اور پھر آپ یہ کہنے کی کیسے جرأت کر سکتے ہیں کہ حضرت شیخ ''استشفاع اور سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل نہیں تھے۔ تفسیر تو لکھیں سجاد بخاری صاحب اور آپ اس سے عقائد ثابت کریں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے۔ کیا یہ حماقت اور کور چشمی نہیں تو اور کیا ہے؟

تفسیر جواہر القرآن کے متعلق وضاحت

عقیدہ شیخ القرآن طبع اوّل میں احقر نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ مسلک کی وضاحت کے ذیل میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تصانیف کا ذکر بھی کیا۔ اسی میں تفسیر جواہر القراان کا ذکر بھی ہے۔ بعض حضرات نے احقر کے پیش کردہ مؤقف اور حوالہ جات کو دیکھے بغیر یہ شکوہ اور پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے کہ احقر نے تفسیر جواہر القرآن کا انکار ہی کر دیا ہے۔ حاشا وکلا یہ ہرگز نہیں۔ میں تفسیر جواہر القرآن کو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے افادات میں سے قرار دیتا ہوں۔ بطور تحدیث نعمت عرض گزار ہوں کہ احقر کو تفسیر جواہر القرآن کی ترتیب کے دوران حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے کتب تفسیر سے حوالہ جات کے تتبع اور تلاش کی خدمت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کی ایک طالبہ نے تفسیر جواہر القرآن پر پی ایچ ڈی کی ہے۔ احقر نے اس کی بھرپور رہنمائی اور مدد کی۔ اگر مجھے تفسیر جواہر القرآن کے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے افادات میں ہونے میں شک ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتا تو شکوہ ان حضرات سے ہے جنہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ان تفسیر افادات اور قیمتی مواد پر شب خون مارا۔ ترتیب وتدوین کے نام پر اپنے عقائد، ذاتی اختراعات کو ان افادات کا حصہ بنا دیا۔ اب اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اس مجموعہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کیا ہیں اور مرتب صاحب کا دخیل مواد کون سا ہے۔ یہی وجہ ہے تفسیر جواہر القرآن میں اس دخیل مواد کو کسی بھی طرح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے کہ:

۱...... ہر تفسیر کے شروع میں مصنف کا مقدمہ یا ابتدائیہ ہوتا ہے جب کہ تفسیر جواہر القرآن کے شروع میں مقدمہ مولانا سجاد بخاری صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں۔

۲...... مفسرین کے ہاں اہتمام رہا ہے کہ سورتوں کے اختتام پر دستخط اور تاریخ اختتام لکھتے ہیں۔ تفسیر جواہر القراان دیکھ لیں۔ سورتوں کے آخر میں سجاد بخاری صاحب کے دستخط اور اختتامی تاریخ انہی کی لکھی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو:

(ج ۱ ص ۷، ۵۶، ۵۷، ج ۲ ص ۴۲۸، ۷۵۰، ۷۹۳، ۸۰۸، ۹۱۷، ج ۳ ص ۱۰۰۷، ۱۰۷۷، 1195، ۱۳۱۶، ۱۳۲۰، ۱۴۰۲)

۳...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار اور حیات شیخ القرآن کے مرتب میاں محمد الیاس نے نہایت دیدہ دلیری سے تفسیر جواہر القرآن کو مولانا سجاد بخاری صاحب کی مرتبہ قرار دیا ہے۔ بلکہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب دوسری تصانیف کو بھی مولانا سجاد بخاری صاحب ہی کی محنت قرار دیا ہے۔

۴...... حال ہی میں اشاعت اکیڈمی پشاور سے حاشیہ قرآن کریم چھپا ہے۔ اس کی تصحیح، ترتیب نو کا کام مولانا سید کفایت بخاری صاحب مدظلہ نے کیا ہے۔ انہوں نے ان تفسیری افادات کو مولانا سجاد بخاری صاحب ہی کا کام قرار دیا ہے اور اس حاشیہ کا تفسیر بلغۃ الحیران اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے افادات سے تقابل کرتے ہوئے انکار سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر اور سماع صلوٰۃ وسلام کی روایت پر جو تنقید کی گئی ہے۔ اسے ان تفسیری افادات سے نکال دیا ہے۔

۵...... مولانا سجاد بخاری صاحب کے اخلاف بھی اب اسی کے مدعی ہیں کہ تفسیر جواہر القرآن کا کام ان کے والد نے کیا۔ حال ہی میں اپریل ۲۰۰۴ء میں ''جواہر التوحید'' راولپنڈی سے چھپی ہے۔ پرنٹ لائن میں کوائف کتاب یوں لکھے گئے ہیں: نام کتاب: جواہر التوحید۔ افادات: ضیغم اسلام شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ۔ ترتیب: مرتب تفسیر جواہر القرآن مولانا سید احمد حسین سجاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

ان گزارشات کا مقصد ہے کہ میں نے کوئی نئی بات اپنی طرف سے نہیں کی۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اشاعت التوحید والسنۃ جو کچھ کررہی ہے اسے ہی پیش کیا ہے۔ اس لئے مجھ پر غصہ کرنے سے پہلے ان حضرات کو چاہئے اپنا غصہ اپنی اشاعت پر نکالیں جنہوں نے ان تفسیری افادات کو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی محض نگرانی اور سرپرستی قرار دیتے ہوئے مولانا سجاد بخاری صاحب کی محنت قرار دیا ہے۔

ماہنامہ ''نغمہ توحید'' زیر سرپرستی مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب اور زیر ادارت مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب میں پروفیسر محمد افضل ضیاء صاحب نائب مدیر نے لکھا ہے: ''تفسیر جواہر القرآن حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مولانا سید احمد حسین سجاد بخاری نے لکھی تھی اور حضرت شیخ کے اشارات کو ملحوظ رکھ کر ترتیب دی تھی۔ تاہم یہ منسوب حضرت شیخ القرآن سے ہی کی گئی ہے۔'' (ماہنامہ نغمہ توحید گجرات مئی ۱۹۹۲ء حاشیہ ص ۱۱)

تفسیر جواہر القرآن کے متعلق اس تفصیلی گزارش کے بعد احقر مکرر عرض کرتا ہے کہ احقر تفسیر جواہر القرآن کو حضرت شیخ القرآن کے افادات میں سے سمجھتا ہے۔ مگر ان افادات کے مرتب مولانا سجاد بخاری صاحب نے اپنی طرف سے اپنے اختراعی عقائد اور ذاتی تحقیقات کو جب تفسیر جواہر القرآن کا حصہ بنا دیا تو اب اسے من وعن حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے ان سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ومسلک ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ حضرت شیخ القرآن کے فتاویٰ، ان کے زیر دستخطی مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے اور خود شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جس طرح اپنے اکابر پر فدا تھے ان سے ممکن نہ تھا وہ دینی مسائل میں اکابر سے ہٹ کر کسی نئی تحقیق کو پیش کریں۔ خاص کر وہ تحقیق بھی ایسی ہو جو امت میں صرف مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی، مولانا محمد حسین نیلوی اور مولانا سجاد بخاری صاحبان نے پیش کی ہے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار مسائل اور معاملات میں ان حضرات سے اختلاف کیا، بلکہ یہ زیادہ تر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بولتے تک نہ تھے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اکابر علمائے دیوبند اور خاص کر اپنے اساتذہ کو چھوڑ کر ان کی تقلید کرنے لگ جاتے۔ احقر حضرت شیخ القرآن کے اخلاف اور معتقدین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ خدارا کچھ تو انصاف چاہئے تم حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو کن سے دور کر کے کن کے پیچھے لے جا رہے ہو: از کہ بریدی وبا کہ پیوستی!

حاشیہ قرآن مجید

مولانا بندیالوی صاحب نے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے کے ثبوت میں دوسرا بڑا ماخذ حاشیہ قرآن مجید پیش کیا ہے، جب کہ تفسیر جواہر القرآن کی طرح حاشیہ قرآن مجید بھی مولانا سجاد بخاری صاحب کا مرتبہ ہے۔ حاشیہ قرآن مجید بھی اگرچہ مولانا سجاد بخاری صاحب نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مرتب کیا۔ مگر اس کو حرف بحرف عقیدہ جیسے اہم مسئلے میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ مولانا بندیالوی صاحب کے ممدوح اور اشاعۃ التوحید والسنۃ کے معتمد مؤرخ میاں محمد الیاس صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا (شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ) کی ہدایت اور نگرانی میں اسے بھی حضرت مولانا سید سجاد بخاری نے قلمبند کیا جو ۱۹۷۳ء میں مکمل ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔ یہ حاشیہ علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہوا۔ اسے ''حاشیہ شیخ القرآن'' کہا جانے لگا۔'' (حیات شیخ القرآن ص ۲۴۷)

مولانا بندیالوی صاحب کی تحقیقات پر تعجب ہے کہ مولانا سجاد بخاری صاحب کی تحریروں سے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ثابت کر رہے ہیں۔ کیا اسی کو تحقیق کہا جاتا ہے؟

اقامۃ البرہان

مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی نے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی وضاحت میں ''جواہر القرآن'' کے بعد اپنے زعم میں بڑی وزنی دلیل مولانا سجاد بخاری صاحب کی کتاب ''اقامۃ البرہان'' پیش کی ہے اور لکھا ہے: ''اقامۃ البرہان حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی منشا اور مرضی کے مطابق تحریر کی گئی اور اسے انہوں نے اپنی نگرانی میں شائع فرمایا۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۳۰)

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے اس کے بعد اعادہ روح اور اعلیٰ علیین میں ارواح انبیاء علیہم السلام کے مستقر پر اقامۃ البرہان سے چند حوالے پیش کرنے کے بعد لکھا ہے: ''تفسیر جواہر القرآن اور اقامۃ البرہان ۱۹۶۲ء کے فیصلے اور معاہدے کے بعد کی تحریریں ہیں۔ انہیں ایک بار پھر غور و فکر سے پڑھیں اور ضمیر کو مفتی بنا کر فیصلہ کریں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع عند القبر کے بارے میں مسلک کیا تھا۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۳۲)

ہم مولانا بندیالوی صاحب کو ان ہی کی تحریر کردہ دعوت غور و فکر دیتے ہوئے گزارش کرتے ہیں کہ آپ نے اقامۃ البرہان سے اپنی پسند کے حوالہ جات تو پیش کر دیئے ہیں مگر مولانا سجاد بخاری صاحب کا حسب ذیل مؤقف اسی اقامۃ البرہان سے کیوں پیش نہیں کیا؟

حضرت مولانا سجاد بخاری صاحب سماع صلوٰۃ و سلام عند القبر الشریف کے متعلق لکھتے ہیں: ''الحمد للہ! ہم حفظ اجساد کے ساتھ ساتھ جس طرح کتاب و سنت اور ارشادات سلف سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح سماع انبیاء علیہم السلام کے بھی قائل ہیں۔'' (اقامۃ البرہان ص ۲۳۵)

مولانا بندیالوی صاحب! آپ مولانا سجاد بخاری صاحب کے تعلق روح، اعادہ روح وغیرہ مباحث میں توجیہات کے تو قائل ہیں؟ کیا آپ ان کے اس مسلک کو بھی قبول فرمائیں گے کہ سماع صلوٰۃ و سلام عند القبر ثابت ہے؟

بندیالوی صاحب! کتمان حق نہ کریں۔ اشاعت التوحید والسنۃ کے موجودہ احباب خصوصاً نوجوان طبقہ کو ان حقائق سے بھی آگاہ فرمائیں۔ ورنہ قیامت کے دن ان کے ہاتھ آپ کے گریبان میں ہوں گے مولانا سجاد بخاری صاحب نے آپ کے دعوؤں کی قلعی کھول دی ہے۔

ردمنکرات پر تقریظ

مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے ''مسلک شیخ القرآن'' میں حضرت شیخ القرآن کی تحریرات کے ضمن میں مولانا محمد حسین نیلوی صاحب کی کتاب ''ردمنکرات'' پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ کو بھی پیش کیا ہے کہ اس میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا اور اپنے شیخ مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ عدم سماع صلوٰۃ

وسلام عند القبر لکھا ہے۔ اشاعتی حضرات کے دوسرے دھوکوں کی طرح یہ بھی محض ان کا دجل ہے۔ اس کتاب میں مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا منکر لکھا ہے۔ حالانکہ وہ سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف کے قائل ہیں۔ جیسا کہ احقر نے اس کی تفصیل آمدہ صفحات میں پیش کر دی ہے۔

دوسرا: ردمنکرات پر سن طباعت ۱۹۸۲ء درج ہے، یعنی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال ۱۹۸۰ء کے بعد اس تقریظ کو شائع کیا گیا ہے جب کہ جناب بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۹۷۵ء میں تحریر شدہ اس تقریظ پر غور فرمائیں۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۲۱)

سات سال تک اس تقریظ کو کس وجہ سے شائع نہیں کیا گیا؟ دوسرا حضرت شیخ کے وصال کے بعد اسے کیوں شائع کیا گیا ہے؟

تیسرا: حضرت شیخ القرآن کے اس تقریظ پر جو دستخط پیش کئے گئے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسری تحریر سے اٹھا کر اس کے ساتھ نتھی کر دیئے گئے ہیں۔ اگر یہ تقریظ صحیح ہے تو حضرت شیخ کی اصل تحریر بمعہ دستخط شائع کر دیں تاکہ شبہات ہی نہ رہیں۔

چوتھا: حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پڑھنے والے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس تقریظ کا انداز تحریر حضرت شیخ کا نہیں ہے۔

پانچواں: حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سچے موحد اور پختہ متبع سنت تھے، ہم نے ان کے دور اہتمام اور دستخطوں سے ۱۹۶۲ء سے پہلے اور ۱۹۶۲ء کے بعد ان کی وفات سے صرف دو سال پہلے ۱۹۷۸ء تک کے فتاویٰ پیش کئے ہیں۔ جن میں انہوں نے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف اپنا بلکہ جمہور اہل سنت کا عقیدہ قرار دیا ہے۔ یہ بات عقیدہ کی ہے کوئی مزاح تو نہیں کہ آج کچھ کہہ دیں کل کچھ کہہ دیں۔

بندیالوی صاحب! آپ نے شیخ القرآن کی کردار کشی کر کے ان کے تابناک کردار کو متنازع بنانے کی کوشش کی ہے۔

مسئلہ سماع موتیٰ کے متعلق شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان

مسئلہ کی نوعیت وکیفیت سے قطع نظر جناب مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب حضرت شیخ القرآن سے منسوب یہ ارشاد فرماتے ہیں: ''سماع موتیٰ کا عقیدہ شرک کا چور دروازہ ہے۔''

یہ الفاظ حضرت اقدس شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ الفاظ جناب بندیالوی صاحب کے ہیں اور انہیں حضرت شیخ سے منسوب کر کے بندیالوی صاحب نے زبردست بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔

بندیالوی صاحب نے یہ نہیں سوچا کہ اس کے مہلک تابکاری اثرات کہاں تک وار کریں گے۔ اگر بقول بندیالوی صاحب کے سماع موتیٰ کا عقیدہ شرکیہ عقیدہ ہے تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض اس کے قائل نہیں تھے؟ نعوذ باللہ! بندیالوی صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی شرک کی تہمت لگا دی ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک تفسیر جواہر القرآن میں مسئلہ سماع موتیٰ کو عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ لکھا گیا ہے۔ لیکن بندیالوی صاحب کے

واسطے سے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جا لگے گا۔ جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایسا اتہام کفر کے زمرے میں آتا ہے۔ بندیالوی صاحب! ذرا ہوش اور عقل وخرد سے بات کریں۔

تعلیم القرآن کے فتاویٰ، تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید میں تضاد کی وجہ

مولانا عطاء اللہ بندیالوی اور ان کے ہمنوا تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید کے حوالہ سے حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ انبیاء علیہم السلام کی حیات مبارکہ اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے انکار کا پیش کرتے ہیں۔ جب کہ فیصلہ ۱۹۶۲ء اور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے زیر دستخطی اور تائیدی فتاویٰ جات اور دوسری تحریرات اس کے برعکس حیات الانبیاء علیہم السلام اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کی تصریح کرتی ہیں۔ اس لئے یہاں اس تضاد اور منکرین حیات کے پھیلائے گئے مغالطہ کو دور کرنا ضروری ہے۔

اس کا آسان اور سادہ سا جواب یہ ہے کہ تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید کے متعلق ٹھوس ثبوتوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھی ہوئی نہیں بلکہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی ایماء پر مولانا سجاد بخاری نے انہیں لکھا تھا۔ اس لئے ان کے حرف حرف کو عقیدہ جیسے اہم معاملہ میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مستقل تصانیف ہیں جو سینکڑوں صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے ضروری نہیں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حرف حرف کو دیکھا ہو جب کہ فتاویٰ اور فیصلہ مختصر اور جامع تحریر ہوتی ہے۔ ان پر شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دستخط کرتے وقت یا ماہنامہ تعلیم القرآن میں اشاعت پر ضرور دیکھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان تحریرات اور فتاویٰ میں کوئی تضاد نہیں۔ جو عقیدہ اثبات حیات الانبیاء علیہم السلام اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر پر ۱۹۶۲ء سے پہلے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش ہوا وہی ان کے وصال تک موجود ہے۔ تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید کی سینکڑوں صفحات کی معلومات ضروری نہیں کہ کسی نے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت پیش کر کے اس تضاد کا رفع چاہا ہو۔ اگر کوئی ایسا ثبوت ہے تو پیش کیا جائے۔ مگر تضاد خود تفسیر جواہر القرآن اور حاشیہ قرآن مجید میں تو پیش کیا جا سکتا ہے کہ سجاد بخاری صاحب خود آخر تک اپنی ان تحقیقات میں تبدیلیاں کرتے رہے۔ اس طرح کا تضاد شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلوں اور فتاویٰ میں تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے بندیالوی اینڈ کمپنی سے گزارش ہے مولانا سجاد بخاری صاحب، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب اور مولانا محمد حسین نیلوی صاحب کے تفردات اور ملفوبات کو ان سے منسوب کریں۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر کے اور ناسخ منسوخ کی وضعی بحث پیش کر کے حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور عقیدہ کو متنازع نہ بنائیں۔

ایک سوال کہ ۱۹۶۲ء سے پہلے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ کیا تھا اور اس کا جواب

کئی دوست ایک سوال پیش کرتے ہیں کہ جب شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی یہی فیصلہ والا تھا، پھر اتنے اختلاف اور فیصلے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

جواب: حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی وہی تھا جو فیصلہ ۱۹۶۲ء میں لکھا گیا ہے۔ اختلاف کے اصل محرک مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب تھے۔ یہ اشاعت التوحید والسنۃ میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

کے ساتھ تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور اشاعت کے اس وقت کے صحیح العقیدہ علماء مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی کی ان باتوں کو ان کا ذاتی تفرد سمجھ کر توحید وسنت کی اشاعت کے لئے انہیں ساتھ ملا کر برداشت کر رہے تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی توحید وسنت کے علماء کے اس پلیٹ فارم کو بچانا چاہتے تھے۔ اس لئے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے یہ فیصلہ کرایا گیا کہ اس شخصیت کی اہل سنت کی ترجمانی کو شاہ صاحب قبول کرلیں گے اور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ذمہ داری اٹھائی۔ مگر افسوس کہ شاہ صاحب نے نہ متقدمین اہل سنت کی مانی اور نہ متاخرین کی اور نہ اکابر علماء دیوبند کی اور نہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی اور نہ اپنے مخلص رفیق دیرینہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی۔

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے اپنے کتابچہ کے آخر میں ''ملتان کا تاریخی فیصلہ'' کے عنوان سے ۱۹۸۴ء میں جمعیۃ اشاعت التوحید والسنہ کی مرکزی مجلس شوریٰ کا فیصلہ تحریر کیا ہے: ''ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اوران سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام علماء اور مشائخ کا کتاب وسنت اور ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہ کی روشنی میں اپنا مسلک یہ ہے کہ سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۳۹، ۴۰)

جناب مولانا صاحب! آپ سے مؤدبانہ استدعا ہے کہ آپ نے نہ صرف اپنا بلکہ اپنی جماعت کا مسلک واضح فرمادیا ہے کہ بمعہ حضرت اقدس مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عند القبر درود وسلام کی سماعت کے سب منکر ہیں۔ لیکن آپ نے اپنے حضرت کا مسلک دریافت کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور حضرت کو بھی منکرین کی صف میں لا کھڑا کیا۔ آیئے حضرت قدس سرہٗ کے مسلک کی وضاحت پیش کئے دیتا ہوں۔

امام المفسرین، رئیس الموحدین، سلطان الاولیاء حضرت مولانا شیخ حسین علی قدس سرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے قائل تھے۔ حضرت اقدس کی اپنی تحریرات اوران کے اجلہ تلامذہ اور مریدین کی تصدیقات اس کی واضح دلیل ہیں۔ حضرت اقدس رقمطراز ہیں:

''عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیاً ابلغتہ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان'' (تحریرات حدیث ص ۵۴۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے قریب درود وسلام پڑھے، میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔

''عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیٌ یرزق'' بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدن مبارک کو کھائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (تحریرات حدیث ص ۵۴۸)

جناب بندیالوی صاحب! اگر آپ کو رئیس الموحدین، امام المفسرین کے افکار ونظریات قبول نہیں اور آپ یقیناً یہ عذر لنگ پیش فرمائیں گے کہ حدیث ''من صلی علیَّ عند قبری سمعتہ'' ضعیف ہے۔ جیسا کہ آپ نے اقامۃ البرہان کے حوالے سے مسلک شیخ القرآن کے (ص ۳۲) پر لکھا ہے: ''اس کی سند میں محمد بن مروان سدی صغیر

ہے جو بالاتفاق محدثین کذاب اور وضاع ہے۔ اس لئے محدثین نے اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔''

بندیالوی صاحب! کیا آپ کا اور آپ کی جماعت کے علماء کرام کا علم زیادہ ہے، یا رئیس الموحدین زیادہ علم تھے؟ کیا وہ علوم نبوت کے اسرار ورموز سے نا آشنا اور بے خبر تھے؟ اور اب آپ کی جماعت کے علماء تحقیق وتدقیق میں استاذ مکرم کو مات دے کر علوم کے اوج ثریا تک پہنچ گئے ہیں؟ کیا استاذ مکرم حدیث کے مضمرات سے زیادہ آگاہ تھے، یا شاگرد زیادہ دانا ہو گئے۔

حضرت اقدس مولانا حسین علی برد اللہ مضجعہ نہ صرف حضور اکرم ﷺ کے عند القبر سماعت کے قائل ہیں۔ وہ تو حضور انور ﷺ کی حیات فی القبر کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبور میں رزق دیئے جانے کے بھی قائل ہیں۔

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ توسل کے قائل تھے

مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ (حضرو) کو نام لئے بغیر تنبیہ یا نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''پھر ان کا مطالبہ یہ ہوگا کہ جب تک انبیاء کرام کے توسل اور بزرگوں کے وسیلے کے قائل نہ ہوں تو ہم آپ کو دیوبندی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو کیا آپ اس اتحاد کی خاطر توحید کے گلے پر چھری رکھ کر وسیلے اور توسل کے قائل ہو جائیں گے؟'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۱)

جناب بندیالوی صاحب کے نزدیک توسل اور وسیلہ کا قائل ہونا توحید کے گلے پر چھری رکھ کر یعنی ذبح کر کے شرک کا مرتکب ہونا ہے۔

بندیالوی صاحب نے یہ ایسی سنگین، قبیح اور تلخ بات کہی ہے جس کی زد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سلف صالحین اکابرین دیوبند اور بالخصوص علماء اشاعت التوحید والسنۃ کے مرشد، مربی اور استاذ مکرم مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ بھی آجاتے ہیں۔ گویا کہ پوری امت محمدیہ ہی توحید کے گلے پر چھری رکھ کر نعوذ باللہ شرک کی مرتکب ہوگئی ہے اور بندیالوی صاحب نے بیک جنبش قلم سب کو مشرک قرار دے دیا ہے۔ استغفر اللہ، معاذ اللہ! چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی! مسئلہ کی تفصیل میں جانا مقصود نہیں، صرف جناب بندیالوی صاحب کو آئینہ دکھانا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ راشد بھی توسیلہ کے نہ صرف قائل تھے، بلکہ عملاً بھی اس پر کاربند تھے۔ جب ان کے دور خلافت میں خشک سالی کا عارضہ پیش آیا تو انہوں نے سیدنا عباس عم رسول اللہ ﷺ کو بطور توسل پیش کیا اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں ملتمس ہوئے: ''اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا ﷺ فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون'' ''اے اللہ بے شک ہم تیرے حضور اپنے نبی ﷺ کو بطور توسل پیش کیا کرتے تھے۔ سو تو ہم پر بارش نازل کرتا تھا اور اب تیرے سامنے اپنے نبی ﷺ کے چچا کو بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہم پر نزول باراں فرما تو ان پر بارش برسائی جاتی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۷)

قطب زماں حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے تلمیذ رشید ''جلیل القدر عالم'' رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ کا مسلک مسئلہ توسل میں حسب ذیل ہے: ''وحل مشکلے از حق تعالیٰ طلب

نمودن بتوجہ بزرگان، بجا است وعین رضا است بداں اے برادر گفتن یا رسول بطریق تعشق وتوسل خارج از بحث است۔ نواب صدیق حسن خان گفتہ: شیخ سنت مددی، قاضی شوکاں مددی! بمعنی دعا باشد، چنانچہ در ہندی گویند ''شالا مدد ہووے پیر جیلانی۔'' ترجمہ: کسی مشکل کا حل اللہ تعالیٰ سے بزرگوں کے توسل سے طلب کرنا بجا اور عین رضا ہے۔ اے بھائی! تو جان لے کہ یا رسول اللہ بطور محبت اور توسل کے کہنا اختلافی بحث سے خارج ہے (کیونکہ وہ جائز ہے)۔ (اسی توسل اور محبت کے طور پر) نواب صدیق حسن خان نے فرمایا: اے سنت کے شیخ مدد کر اور اے قاضی شوکاں مدد کر۔ جو محض (بطور توسل) دعا ہے۔ چنانچہ پنجابی لوگ کہتے ہیں: شالا مدد ہووے پیر جیلانی! (بلغۃ الحیران ص ۳۵۴ ناشر مکتبہ حنفیہ، گوجرانوالہ، مکتبہ سعدیہ، اودھیانہ مارکیٹ، مینگورہ، سوات، پسند فرمودہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیر، شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر)

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے ارشادات کا مقصود یہ ہے کہ ان الفاظ سے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے غائبانہ مدد نہیں مانگی جارہی، بلکہ ان کے توسل اور وسیلہ سے دعا کی جارہی ہے۔

حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ توسل کے قائل تھے اور عملاً توسل فرماتے تھے اور اپنی دعاؤں اور دعائیہ خطبات کو اپنے مشائخ عظام کے توسل سے سجاتے تھے۔ چنانچہ اپنی مایہ ناز تصنیف تحریرات حدیث میں اپنے مشائخ کرام سے توسل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''الحمد للہ رب العالمین اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وعلی ساداتنا النقشبندیۃ وعلینا معھم اجمعین۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اختیارہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ بحرمۃ سراجنا وشمسنا من البرج الرحمن آمین یارب العالمین ویرحم اللہ عبداً قال آمینا''

(تحریرات حدیث طبع جدید اشاعت اکیڈمی پشاور ص ۱۶۴)

امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ تصوف پر اپنی مشہور کتاب تحفہ ابراہیمیہ میں مشائخ کے اسماء مبارکہ سے توسل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اقول وقد یکون التوسل بمعنی ان اللہ تعالیٰ جعل فی ذکر اسمہ برکتہ لحبہ تعالیٰ ایاہ بواسطہ ذکر ذالک العبد ایاہ تعالیٰ بالمحبۃ''

نام من رفت است روزے برلب جاناں بسوز — اہل دل را بوئے جان می آید از نام ہنوز

واللہ اعلم! (تحفہ ابراہیمیہ طبع جدید ص ۵۵)

(اس نسخہ میں دوسرے مصرع میں ''از'' کا لفظ کتابت کی غلطی سے رہ گیا ہے)۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کبھی توسّل کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ (شیخ طریقت) کے ذکر میں اپنی طرف سے برکت رکھ دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس بندے سے محبت ہے، اس لیے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر محبت سے کرتا ہے۔

ترجمہ شعر: ایک دن میرا نام محبوب کے ہونٹوں پر سوز کے ساتھ آگیا تھا تو (اس میں ایسی تاثیر پیدا ہوگئی کہ) اہل دل کو ابھی تک میرے نام سے محبوب کی خوشبو آتی ہے۔

جناب بندیالوی صاحب! یہ عبارات اسی بزرگ شخصیت کی پیش کی گئی ہیں جنہیں آپ نے بھی رئیس المفسرین قدوۃ السالکین لکھا ہے۔ (مسلک شیخ القرآن ص ۳)

اب ذرا توحید کے گلے پر چھری رکھ کر کچھ خیال کرنا، احترام اکابر کا پاس لحاظ کرنا، ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر سوچنا کہ آپ کے "سہم مسموم" نے کیسی کیسی برگزیدہ اور پاکباز ہستیوں کا خون کر دیا ہے۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

استشفاع مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی نظر میں

مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے کتابچہ مسلک شیخ القرآن کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ شیخ القرآن اور اشاعت التوحید والسنہ کے علماء کرام حضور انور ﷺ کی حیات فی القبر، سماعت عند القبر، وسیلہ وتوسل اور استشفاع کے ہرگز قائل نہیں تھے اور یہ عقائد ونظریات توحید کے بالکل منافی گویا کہ مشرکانہ ہیں۔

لیکن جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ رئیس الموحدین، امام المفسرین، قدوۃ السالکین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ بھی حیات فی القبر، سماعت عند قبر النبی ﷺ، وسیلہ اور توسل کے قائل تھے۔ اسی طرح حضرت موصوف استشفاع کے بھی قائل تھے۔

حضرت اقدس علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب الجوہر المنظوم کے حوالے سے لکھتے ہیں: "روی عن علی انه بعد ما دفن ﷺ جاء اعرابی فقال یارسول اللہ جئتک تستغفرلی الی ربی فنودی من القبر الشریف قد غفرلک" سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کئے جانے کے بعد ایک اعرابی آیا۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ میرے لئے میرے رب سے مغفرت طلب فرمائیں۔ پس قبر شریف سے آواز آئی کہ بے شک تیری مغفرت ہو چکی ہے۔ (تحریرات حدیث ۶۵۷)

جناب بندیالوی صاحب! دیانت وامانت کا تقاضا پورا کرتے ہوئے امام الموحدین، سید الطائفہ حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی پر بھی اس فتویٰ کو چسپاں کریں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد السلام مدظلہٗ کے لئے آپ نے بطور اصول وضابطہ تحریر فرمایا ہے: "پھر ان کا مطالبہ یہ ہوگا کہ جب تک آپ دعاؤں میں انبیاء کرام کے توسل اور بزرگوں کے وسیلے کے قائل نہ ہوں تو ہم آپ کو دیوبندی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو کیا آپ اس اتحاد کی خاطر توحید کے گلے پر چھری رکھ کر وسیلے اور توسل کے قائل ہو جائیں گے۔" (مسلک شیخ القرآن ص ۱۱)

جناب والا! کے اس فتویٰ کی روشنی میں وسیلے اور توسل کا عقیدہ توحید کے منافی اور مشرکانہ عقیدہ ہے تو کیا آپ کے اس فتویٰ کی رو سے نعوذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ جو شیخ القرآن اور سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کے بھی مرشد، مربی اور استاذ تھے۔ وہ بھی توحید کی دولت سے خالی اور شرک کے پجاری قرار پائیں گے؟

بندیالوی صاحب! غالباً آپ نے سکر کی حالت میں یہ بڑھک ماری ہے گویا کہ یہ ملنگ کی بھنگ کی ترنگ میں بڑھک ہے۔ جس کے مسموم اثرات کہاں تک پہنچ رہے ہیں۔ خدارا کسی بزرگ ہستی کا اکرام واحترام تو کیجئے۔ سب کو ایک ہی لاٹھی سے نہ ہانکیں۔ "کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا"

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی توضیح

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ المتوفی ۱۳۲۳ھ ارشاد فرماتے ہیں: "استعانت

کے تین معنی ہیں، ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ ''بحرمت فلاں'' میرا کام کردے، یہ بالاتفاق جائز ہے، خواہ عند القبر ہو، خواہ دوسری جگہ، اس میں کسی کو کلام نہیں۔

دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کردو۔ یہ شرک ہے، خواہ قبر کے پاس کہے، خواہ قبر سے دور کہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے ''اعینونی عباد اللہ'' تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ جو صحراء میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس بات سے نہیں ہے۔ اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے، معنی حدیث سے۔

تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے، اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردے۔ اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۹، ۱۰۰)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ روضہ اقدس کی زیارت کے سلسلے میں رقم طراز ہیں: ''پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے، اپنی شفاعت چاہے اور کہے ''یا رسول اللہ اسئالک الشفاعۃ و اتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلما علی ملتک و سنتک'' اے اللہ کے رسول! میں آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں اس بات میں کہ میں آپ کی ملت اور آپ کی سنت پر مسلمان کی حیثیت سے جان دے دوں۔ (زبدۃ المناسک ص ۱۴۰)

ان الفاظ میں اور جتنا چاہے زیادہ کرسکتا ہے مگر وہ سب کلمات ادب اور عاجزی کے ہوں۔ لیکن سلف فرماتے ہیں کہ اس موقع پر الفاظ جتنے کم ہوں، مستحسن ہے اور بہت تیز آواز سے نہ بولے۔ بلکہ آہستہ خضوع وادب کے ساتھ عرض کرے۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر کہے: ''السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رفیقیہ و وزیریہ جزاکما اللہ احسن الجزاء جئنا کما نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیشفع لنا و یدعو لنا ربنا ان یحیینا علی ملتہ و سنتہ و یحشرنا فی زمرتہ و جمیع المسلمین'' (زبدۃ المناسک ص ۱۴۲، ۱۴۳)

اے اللہ کے رسول کے دونوں رفیق اور وزیر اور شب و روز ساتھ رہنے والو تم پر سلامتی ہو اور اللہ تم دونوں کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ ہم حاضر ہوئے ہیں کہ آپ دونوں کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ اختیار کریں تاکہ آپ ہماری شفاعت فرمائیں اور ہمارے لئے اپنے رب سے دعا فرمائیں کہ وہ ہمیں آپ کی ملت اور آپ کی سنت پر زندہ رکھے اور آپ کے زمرہ میں ہمارا اور تمام مسلمانوں کا حشر فرمائے۔

تفسیر بلغۃ الحیران

امام الموحدین، رئیس المفسرین حضرت اقدس مولانا حسین علی قدس سرہ، واں بھچراں، ضلع میانوالی کے املائی تفسیری افادات کا مجموعہ بلغۃ الحیران ہے جو دراصل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے جمع کردہ ملفوظات ہیں۔ جیسا کہ تفسیر کی ابتداء میں ہے: ''فقیر محمد نذر شاہ عباسی الہاشمی متوطن قصبہ جوکالیاں ضلع گجرات، پنجاب ۱۳۴۹ھ کے

دورہ قرآن مجید میں مجھے بھی شریک ہونے کا فخر حاصل ہوا ہے اور حسب الارشاد حضرت استاد میں نے یہ ارشادات عالیہ قلمبند کئے ہیں جو آپ کے پیش نظر ہیں۔'' (بلغۃ الحیران ص ۱)

اس تحریر کے آخر میں لکھتے ہیں: ''یہ تقریریں جو آگے آتی ہیں (یعنی بطور تفسیر کے) حضرت صاحب نے غلام خان سے قلمبند کروائی ہیں اور بذات خود ان پر نظر فرمائی ہے۔'' (بلغۃ الحیران ص ۴)

اسی طرح بلغۃ الحیران کے مرتب مولانا نذر شاہ عباسی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں: ''بخدمت شریف اعلیٰ حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! من جانب محمد نذر شاہ عباسی

عرض ہے کہ تفسیر بلغۃ الحیران میری اور غلام خان کی تصنیف ہے۔ چنانچہ دیباچہ سے ظاہر ہے کہ مولوی حسین علی صاحب مدظلہ سے ترجمہ پڑھا اور ان کی تقریریں لکھیں اور بعض بعض مقام پر کچھ اپنی تقریر بھی لکھ دی ہیں۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۱۸)

جناب بندیالوی صاحب! اب آپ کی صوابدید پر ہے کہ بلغۃ الحیران کی مذکورہ بالا عبارت کا انتساب حضرت اقدس مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے کریں خواہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے کریں: جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہٗ کا بیان

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کے عقائد کی وضاحت میں فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ وہ مماتی کے قائل تھے اور ممات کو ترجیح دیتے تھے۔ یہ غلط ہے۔ اس کے غلط ہونے کے دو دلائل آپ کو بتاؤں گا۔ ایک دلیل یہ ہے کہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مماتی نہیں تھے، حیاتی تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب ہیں اور صرف شاگرد ہی نہیں ہیں بلکہ ان کے خلیفہ بھی ہیں اور سب جانتے ہیں کہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مماتی نہیں بلکہ حیاتی ہیں تو جو حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہیں۔ ان کے مرید ہیں، ان کے خلیفہ بھی ہیں۔ اگر مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک مماتی ہے تو پھر ان کے خلیفہ اور مرید نے حیاتی مسلک کیوں اختیار کیا ہے؟ ایک مرید کو اپنے مرشد کے ساتھ جتنا تعلق ہوتا ہے معلوم ہے آپ کو؟ اتنا شاگرد کا اپنے استاد کے ساتھ نہیں ہوتا تو حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب ان کے مرید بھی ہیں اور ان کے شاگرد بھی ہیں اور ان کے خلیفہ بھی ہیں اور وہ حیاتی ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مماتیت کی نسبت درست نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے عالم گزرے ہیں وہ بھی حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کو حیاتی بتاتے ہیں، مماتی نہیں بتاتے۔ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مماتی نہیں تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم بھی ان کے شاگرد، مرید اور خلیفہ ہیں وہ حیاتی ہیں تو پھر ان کے پیر کو بھی حیاتی ماننا پڑے گا۔ ان کو مماتی کیوں کہا جا رہا ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم ہیں۔ پیر طریقت بھی ہیں اور ان کا بہت بلند مقام ہے۔ ان کے ارشادات عالیہ کی تشہیر حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری نے چار جلدوں میں شائع کی ہے۔ وہ تصوف کے نکات وامور پر مشتمل ہے۔ یہ بھی بہت بڑے بزرگ عالم ہیں اور وہ بھی مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں وہ حیاتی ہیں۔ (ماہنامہ القاسم نوشہرہ، ج ۱۲ شمارہ ۵، ۶، ۱۴۲۹ھ رستمبر، اکتوبر ۲۰۰۸ء)

حضرت مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ اور فیصلہ ۱۹۶۲ء

مولانا بندیالوی صاحب نے بطور اعتراض لکھا ہے کہ: ''آیئے اب آپ کو ۱۹۶۲ء کے فیصلے اور تحریر سے آگاہ کریں۔ اس فیصلے پر حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور قاضی شمس الدین کے دستخط نہیں ہوئے۔ صرف حضرت شیخ القرآن اور مولانا قاضی نور محمد کے دستخط کروائے گئے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۲)

بندیالوی صاحب نے ہر موقع پر دھوکا دہی کا ارتکاب کیا ہے، دوسروں کو یہی باور کرایا گیا ہے کہ ۱۹۶۲ء کا تاریخی معاہدہ قابل اعتماد وثیقہ نہیں تھا۔ اس میں متعدد سقم تھے۔ ان ہی میں سے یہ کمی وکمزوری بھی پائی جاتی تھی کہ ''اس پر شاہ صاحب اور قاضی شمس الدین کے دستخط نہیں ہوئے۔''

دنیا جانتی ہے اور خود بندیالوی صاحب کو بھی اقرار ہے کہ شاہ صاحب کی عدم موجودگی کے باعث ان سے دستخط کروا لینے کی ذمہ داری شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے لی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ شاہ صاحب نے دستخط کرنے سے انکار فرمادیا تھا۔

رہا معاملہ قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کا، جب کہ قاضی صاحب نے تو خود وہ مضمون اور عبارت تیار فرمائی تھی جس کو حضرت قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔

اور پھر یہ ضروری بھی نہیں تھا کہ ساری جماعت کے دستخط کروائے جائیں۔ جب دوسری طرف سے بھی دو ذمہ دار حضرات کے دستخطوں پر اکتفا کیا گیا ہے اور قاضی صاحب کے دستخط نہ ہونے سے معاہدہ کی افادیت میں قطعاً فرق نہیں پڑتا۔

حالانکہ حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے خود صراحت فرمادی تھی کہ: اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنابریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارات بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ج ۵ ش ۸، اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۵)

اب بھی کوئی اشکال باقی ہے۔ جس کی آڑ میں آپ لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت قاضی شمس الدین تو پہلے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر اطہر میں زندہ ہونے اور عند القبر درود وسلام کی سماعت کے قائل تھے۔ جیسا کہ ان کی کتاب مسالک العلماء سے ظاہر ہے۔

جناب والا کی یاددہانی کے لئے ''مسالک العلماء'' کی عبارات پیش کی جاتی ہیں ''بل احیاء ولکن لا تشعرون'' سے بطور دلالۃ النص سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں۔'' (مسالک العلماء ص ۲۹)

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں "عزیزان من حیات الانبیاء میں نزاع نہیں، وہ تو بالاتفاق زندہ ہیں۔" (مسالک العلماء ص ۵۶)

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: "ہم سلام عند قبر النبی ﷺ کے جواز ہی کے قائل نہیں بلکہ اس کو باعث ہزار سعادت سمجھتے ہیں۔ رزقنا اللہ وایاہ!

اور سماع سلام عند القبر جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر سماع روحانی ہے جیسے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی۔" (مسالک العلماء ص ۲۴۷)

حضرت قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ان تصریحات کے بعد بھی آپ کے شکوک وشبہات رفع نہ ہوں تو معاملہ اللہ کے سپرد۔

قطب گنگوہی اور شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات بھی انتہائی اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے: "انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۹)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ولان النبیین علیہم السلام لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منھم" ترجمہ: چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام سب کے سب زندہ ہیں، اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی وراثت آگے چلے۔ (الکوکب الدری ص ۴۲۳)

حضرت فرماتے ہیں: "آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں" "ونبی اللہ حیٌ یرزق" (ہدایۃ الشیعہ ص ۱۸)

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: "آپ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر۔" (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۳۰)

بندیالوی صاحب کا دجل وفریب

مولانا بندیالوی نے اپنے کتابچہ میں عموماً کتمان حق اور دجل وفریب سے قارئین کو دھوکا دینے کی روش اختیار کی ہے لیکن مندرجہ ذیل عبارت میں تو انہوں نے دیانت وامانت، انصاف اور خدا خوفی کا خون ہی کر دیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں: "چنانچہ انہوں نے (شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ) غالباً ۱۹۷۵ء یا ۱۹۷۶ء میں ایک قرآن مجید شائع فرمایا جس میں دورہ تفسیر کے دوران پڑھائی جانے والی اصطلاحات سورتوں کے باہمی ربط اور سورت کے سمجھنے کے لئے مولانا حسین علی کے بیان فرمودہ نوٹ تحریر کر دیئے گئے۔ اس میں بہت کم کسی مسئلے پر تحقیقی نوٹ تحریر کئے گئے۔ مگر سورۃ روم آیت ۵۲: "فانک لا تسمع الموتی" پر حضرت شیخ القرآن نے تحقیقی نوٹ تحریر فرما کر مسئلہ سماع موتی اور خصوصاً عند القبر امام الانبیاء ﷺ کے صلوٰۃ وسلام کے سننے یا نہ سننے کے مسئلے کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔" (مسلک شیخ القرآن ص ۳۴)

قارئین! مذکورہ عبارت کے آخری جملے پر غور فرمائیں کہ صلوٰۃ وسلام کے سننے یا نہ سننے میں بندیالوی صاحب نے کس قدر دجل وفریب اور تلبیس سے کام لیا ہے۔ نوجوان طبقہ کی رہنمائی ہو رہی ہے یا انہیں گمراہ کیا جا رہا ہے۔

اگر صلوٰۃ وسلام سننے یا نہ سننے کو آپ تحقیق انیق کا نام دے کر نوجوان طبقہ کو حضرت شیخ القرآن کے مسلک سے روشناس کر رہے ہیں تو آپ ہی ہٹ دھرمی چھوڑ کر انصاف سے بتائیں کہ سننے یا نہ سننے سے مسئلہ واضح ہو گیا ہے یا گھمبیر ہو گیا ہے؟

اگر آپ کی دعوت وتبلیغ کا یہی معیار ہے اور عوام الناس کی اصلاح وفلاح کا یہی انداز تخاطب ہے تو پھر:
بریں عقل ودانش بباید گریست!

ہاں! البتہ آپ کی سوچ قابل داد ہے کہ انتہائی عرق ریزی، جان سوزی اور تلاش وجستجو کے بعد پورے قرآن میں صرف ایک ہی مقام آپ کو دستیاب ہوسکا۔ جہاں حضرت شیخ القرآن نے بے حد تحقیق وتفتیش سے مسئلہ کو ہر پہلو سے اجاگر فرمایا ہے کہ سنتے ہیں یا نہیں سنتے۔

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو ایک قطرہ خون نکلا

مولانا بندیالوی کی دروغ گوئی کی نادر مثال

جناب بندیالوی صاحب دروغ گوئی اور کذب بیانی میں بڑی مہارت رکھتے ہیں، وہ جھوٹ کو ادبی نکتوں سے ایسا مزین کر کے پیش کرتے ہیں کہ قارئین کو اس کے جھوٹ ہونے کا وہم بھی نہیں ہوسکتا۔

مولانا بندیالوی بڑے فخر کے ساتھ نوجوان علماء اور نئی نسل کو جھوٹ تسلیم کرنے کی ترغیب وتحریص دے رہے ہیں کہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخی معاہدہ کے بعد بھی ہر سال یعنی حضرت شیخ کے حین حیات اٹھارہ سال تک متواتر اور مسلسل دار العلوم تعلیم القرآن تشریف لا کر طلبہ کو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عدم سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عدم استشفاع کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

چنانچہ جناب بندیالوی صاحب رقم طراز ہیں: ''دار العلوم تعلیم القرآن کے در و دیوار اور مسجد تعلیم القرآن کا منبر ومحراب گواہ ہیں کہ اس تحریر کے بعد بھی حضرت شاہ صاحب وہاں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر خطاب فرماتے رہے۔ کیا کوئی ذی ہوش شخص اس حقیقت کو جھٹلا سکتا ہے کہ اس تحریر کے بعد حضرت شاہ صاحب دورہ تفسیر القرآن کے موقع پر دار العلوم تعلیم القرآن میں طلبہ کو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق کروانے کے لئے تشریف لاتے رہے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۵)

اگر بندیالوی صاحب صریح جھوٹ بول کر نہ صرف اشاعت التوحید والسنہ والوں کو بلکہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں، جان نثاروں اور توحید کے متوالے نوجوانوں کو دھوکا دہی کی جسارت نہ کرتے تو ہم بھی یہ ''راز افشاء'' کرنے کی جرأت نہ کر پاتے۔ مگر بندیالوی صاحب نے ان تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے اپنے اوپر جبر کرتے ہوئے بادل نخواستہ قلم اٹھانا پڑا۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کے مزاج اور مسلک میں شروع ہی سے فرق تھا۔ حضرت شیخ القرآن اپنے اساتذہ اور خاص کر اکابر علماء دیوبند کے متبع اور انہیں کی تحقیق پر اعتماد کرتے تھے جب کہ شاہ صاحب مسئلہ حیات اور سماع موتی میں اپنی تحقیق کو حق قرار دیتے تھے۔ شاہ صاحب اس مسئلہ میں متشدد تھے اور سماع موتی کے قائلین کی تکفیر تک کر گزرتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور اشاعت التوحید والسنہ کے دوسرے حضرات حضرت شاہ صاحب کے مسلک کو ان کا تفرد سمجھتے ہوئے برداشت کرتے رہے اور عقیدہ توحید کی نشر واشاعت میں ان کے ساتھ چلتے رہے۔ مگر کبھی کبھی شاہ صاحب کے اپنے مسلک کے پرچار پر جماعت میں انتشار کی صورت بھی پیدا ہو جاتی تھی۔

حضرت شیخ القرآن ﷫ اس صورت حال سے کبیدہ خاطر رہتے تھے۔ اس کا اندازہ حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی ﷫ کے نام حضرت شیخ القرآن کے خط سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی ﷫ اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی حضرات میں سے تھے۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی اور احمد سعید ملتانی وغیرہ حضرات کی اس روش کی وجہ سے انہوں نے اشاعت التوحید والسنۃ سے استعفیٰ دے دیا اور یہ ساری تفصیل ''دعوت الانصاف'' کے نام سے لکھی۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نے ایک مرتبہ اشاعت التوحید والسنہ میں شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کے پیدا کردہ اس ماحول کی اصلاح کے لئے قائلین سماع موتی کے عدم تکفیر پر جماعتی فیصلہ کروایا۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا شکوہ کرتے ہوئے حضرت شیخ القرآن ﷫، مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی کو لکھتے ہیں:

محترم ومکرم مولانا صاحب! السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ! محمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں ہیں اور شاہ صاحب نے بالکل دستخط سے انکار کر دیا ہے اور کہا میرا عقیدہ کفر کا ہے اور محمد سعید کا (بھی) یہی ہے۔ واللہ اعلم! کیا غضب الٰہی ہے تمام امت کو کافر کر دینا۔ لاشئی غلام اللہ (دعوت الانصاف ص ۲۶، ۲۷)

۱۹۶۲ء کے تاریخی معاہدے کے ایک عرصہ بعد تک حضرت شیخ القرآن اور حضرت شاہ صاحب کے مابین حالات کشیدہ رہے۔ شاہ صاحب کی تعلیم القرآن تشریف آوری کسی بھی موقع پر قطعاً نہیں ہوئی، نہ دورہ تفسیر القرآن کے دوران، نہ ابتداء یا اختتام بخاری شریف کے موقع پر اور نہ ہی سالانہ کانفرنسوں میں حضرت شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔

چونکہ حضرت شیخ القرآن اور حضرت شاہ صاحب کے مابین مسئلہ توحید کی اشاعت وترویج میں زمانہ قدیم سے راسخ تعلق چلا آرہا تھا۔ اس کا تقاضا یہی تھا کہ یہ بعد اور دوری ختم کر کے پھر سے پرانے تعلقات استوار کر لئے جائیں۔ غالباً آٹھ دس سال کے انقطاع کے بعد حضرت شیخ القرآن نے وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کو مدعو فرمالیا اور دارالعلوم تعلیم القرآن کی سالانہ کانفرنس میں خطاب کا موقع فراہم فرمایا۔

دارالعلوم تعلیم القرآن کی وسیع وعریض جامع مسجد سامعین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اسٹیج پر ملک بھر کے نامور اور جلیل القدر علماء کرام رونق افروز تھے، رات کا بڑا حصہ بیت چکا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کا خطاب پورے شباب پر تھا اور سامعین محظوظ ہو رہے تھے کہ حضرت شاہ صاحب نے موضوع سے ہٹ کر ''مسئلہ حیات النبی ﷺ'' چھیڑ دیا۔ کچھ دیر تک حضرت شیخ القرآن بے محل اور بے موقع مسئلہ حیات النبی ﷺ پر حضرت شاہ صاحب کی گفتگو طوعاً وکرہاً سماعت فرماتے رہے اور اپنے جذبات ضبط کرتے رہے۔

لیکن جب شاہ صاحب نے فرمایا: ''آؤ حیات النبی ﷺ پر دلائل پیش کرو۔'' تو حضرت شیخ القرآن جلال میں آگئے اور اس وقت ان کا جلال دیدنی تھا۔ انتہائی غضبناک ہو کر فرمایا: ''چھوڑ و، چھوڑ و، دلائل نہ دلائل۔'' اور شاہ صاحب سے مائیک چھین لیا اور خود تقریر شروع کر دی۔

حضرت شاہ صاحب کی بے حد سبکی ہوئی، لیکن وہ محو حیرت بالکل ساکت وصامت سوچ کی موج میں گم ہوگئے۔ مگر قطعاً کوئی ردعمل پیش نہیں کیا۔ کچھ دیر اسٹیج پر تشریف فرما رہے اور پھر چلے گئے۔

جناب بندیالوی صاحب! اتنا طویل زمانہ ہم حضرت شاہ صاحب کی عزت وتوقیر کے پیش نظر خاموش

رہے۔ لیکن افسوس کہ آپ کی فریب دہی اور دروغ گوئی، جس سے عوام کو گمراہ کیا جانے لگا تو ہمیں خاموش تماشائی بن کر گونگے شیطان کا کردار ادا کرنا گوارا نہ ہو سکا تو یہ تلخ حقائق منظر عام پر لانا پڑے۔ ۱۹۶۲ء کے معاہدہ کے بعد دارالعلوم تعلیم القرآن میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر حضرت شاہ صاحب کی یہی پہلی اور آخری تقریر تھی۔

آپ اس غلط فہمی میں تھے کہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کو اکتیس سال گزر چکے ہیں۔ اب میدان خالی ہے، ہم نوجوان علماء اور دوسرے حضرات کو غلط بیانی کی مشین گن سے رام کرلیں گے۔ بحمد للہ ابھی حضرت شیخ القرآن کے شدائی، شاگرد اور متوالے زندہ ہیں۔

صد سالہ دیوبند کانفرنس پر شاہ صاحب کی برہمی اور شیخ القرآن کا ردعمل

جناب بندیالوی صاحب! آپ نے بالکل غلط راستہ منتخب فرمایا اور آپ کی خام خیالی نے آپ کو اندھے کنویں میں ڈال دیا۔ آپ نئی نسل کو گمراہ کرنے کی ناپاک جسارت نہ کرتے تو ہمارا منہ بھی بند رہتا۔ لیکن آپ کی ہفوات نے کشف حقیقت پر مجبور کر دیا ہے۔

ایشیاء کی مشہور اسلامی یونیورسٹی، مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے زعماء اور مشائخ نے جب صد سالہ کانفرنس کا انعقاد فرمایا، جس میں دارالعلوم دیوبند کے اکابرین کی شاندار خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا، اس تاریخی کانفرنس میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو مقالہ پیش کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔

لیکن حضرت سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری برہم ہو گئے اور انہوں نے انتہائی نازیبا کلمات استعمال کئے جو اخبارات میں بھی شائع ہو گئے۔ حضرت شیخ القرآن کو شاہ صاحب کے کلمات پر قلبی دکھ ہوا اور ان کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو علماء دیوبند سے والہانہ عقیدت اور بے پناہ قلبی انس تھا۔ وہ ان پر جان نچھاور کرتے تھے اور انہیں علماء و مشائخ دیوبند کے خلاف کسی کی بات ہرگز گوارا نہ تھی۔

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے ساتھ گہرے اور قدیم تعلقات کے باوجود ان کے بیان پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے سخت ترین ردعمل کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے فوراً پریس کانفرنس طلب فرمائی اور اس میں علماء دیوبند کی دینی، سیاسی اور ملی خدمات کو شاندار خراج تحسین پیش فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''علماء دیوبند کے خلاف میں کسی کی بات قطعاً برداشت نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ اگر میرا باپ بھی ان کے خلاف کچھ کہے تو میں ان کی بات کو مسترد کر دوں گا۔ میں ان کی عزت و ناموس پر اپنی جان تو قربان کر سکتا ہوں۔ لیکن ان کے خلاف کچھ سننے کا روادار نہیں ہوں۔''

اتفاق سے اسی سال حضرت شاہ صاحب کو دارالعلوم تعلیم القرآن کے سالانہ جلسہ میں دعوت دے چکے تھے۔ لیکن شاہ صاحب کے ریمارکس سے کبیدہ خاطر ہو گئے اور جلسہ کے اشتہار کے متعلق حضرت شیخ نے اس خادم سے فرمایا: ''ادھر لاؤ وہ اشتہار اور کاٹ دو شاہ صاحب کا نام۔ انہیں دیوبندی کہہ کہہ کر ہمارا گلہ بھی خشک ہو گیا ہے۔ لیکن انہوں نے تو دیوبند کا منہ بھی نہیں دیکھا۔ وہ دیوبند کے خلاف بیان دیتے ہیں۔ اشتہار سے ان کا نام کاٹ دو۔''

چنانچہ حضرت شیخ کی زندگی کی اس آخری کانفرنس میں حضرت شاہ صاحب شامل نہ ہو سکے۔

جناب بندیالوی صاحب! یہ وہ سربستہ راز تھے جن کو افشاء کرنے پر آپ نے ہمیں مجبور کیا ہے۔ اب آپ ٹپٹائیں گے اور ان واقعات کو غلط ثابت کرنے کے لئے غلط راستہ بھی اختیار کریں گے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ

جناب بندیالوی صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''مگر یہ بات روز روشن کی طرح ہر ایک پر عیاں ہے کہ اس تحریر کے بعد بھی وفات کے دن تک ہر معاملہ میں حضرت شیخ القرآن حضرت شاہ صاحب کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ ان کا جنازہ بھی حضرت شاہ صاحب نے پڑھایا۔ غرضیکہ دونوں کا یہ تعلق زندگی کے آخری دن تک قائم رہا۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۱۶)

جناب بندیالوی صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے کو بھی شیخین کی باہم یگانگت کی دلیل بنایا ہے۔ حالانکہ یہ تو عام دستور ہے کہ کسی بھی بزرگ یا جماعت کے سربراہ کو نماز جنازہ پڑھانے کو کہا جاتا ہے۔ لیکن محض نماز جنازہ پڑھانا باہمی تعلقات کی پختگی کی علامت نہیں ہوسکتا اور اگر جناب بندیالوی صاحب کی بات ہی کو درست تسلیم کرلیا جائے تو انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت شاہ صاحب نے شیخ القرآن کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہی تھیں۔ کیا شاہ صاحب نے دیرینہ دوستی کا یہ صلہ دیا تھا؟ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جنازہ میں پانچ تکبیرات کن کا مسلک ہے؟

قومی اخبارات کے ریکارڈ پر یہ بات آج بھی محفوظ ہے اور یہ واقعہ ایک عرصہ تک اخبارات میں موضوع بحث بنا رہا تھا۔ اگرچہ اس خفت کو مٹانے کے لئے مورد الزام جناب عبد الحمید صدر آزاد کشمیر کو ٹھہرایا گیا جو مکبر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

طعن وتشنیع اور تکفیر

جناب بندیالوی صاحب نے اشاعت التوحید والسنۃ کے موجودہ احباب خصوصاً نوجوان طبقہ کی رہنمائی کے لئے فریق مخالف کے طعن وتشنیع کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں: ''ان دونوں کی دوستی وتعلق (مولانا غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ شاہ) کا اعتراف ان کے مخالفین کو بھی تھا۔ بلکہ اپنوں سے زیادہ تھا۔ وہ اپنے رسائل اور جرائد میں، تقاریر میں ان دونوں کی دوستی، یکجہتی، یگانگت اور موافقت کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے اور اپنے طور پر گھٹیا پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ازراہ تمسخر انہیں عین غین کے لقب سے یاد کرتے ہیں، بلکہ پوری جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کو عین غین پارٹی کہتے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۷)

''مزے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ آج ۱۹۶۲ء کے فیصلے والے رسالے ماہنامہ تعلیم القرآن کو لہرا لہرا کر جھوٹ بول رہے ہیں اور جو بزر جمہر اس پروپیگنڈے کے پرچار کرنے میں پیش پیش ہیں وہ بے باک لوگ حضرت شیخ القرآن کی زندگی میں اشاعت التوحید والسنۃ سے تعلق رکھنے والے علماء کرام اور اراکین کو غلام خانی ٹولہ کے نام سے چھیڑتے رہے۔'' (مسلک شیخ القرآن ص ۹)

جناب بندیالوی صاحب کا لب ولہجہ، انداز تکلم اور شیریں کلامی قارئین نے ملاحظہ فرمائی ہے، لیکن بندیالوی صاحب نے ''نوجوان طبقہ اور اشاعت کے موجودہ احباب کو غلط تاثر دیا ہے اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے تحفظ کے لئے حیاتی علماء کی جو خدمات ہیں انہیں غلط پیش کیا۔ مگر اس کے برعکس اشاعت التوحید والسنہ کا رویہ بندیالوی صاحب نہیں دیکھتے جس نے حیات النبی ﷺ کے قائلین کی تکفیر سے بھی گریز نہیں کیا۔

آپ ذرا اشاعت التوحید والسنۃ کی میٹنگوں اور فیصلوں والی فائل بھی کھولیں اور حیات النبی ﷺ کے قائلین پر برسائے گئے تکفیری ایٹم بم سے بھی نوجوان طبقہ کو آگاہ فرمائیں کہ اشاعت کے کون کون سے مشائخ نے

تکفیری بم گرانے کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے۔ ہم کہیں تو گستاخی ہوگی۔

جن دنوں تکفیری مہم پورے زور وشور سے جاری تھی، راقم الحروف حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کی خدمت میں پرانے قلعہ کی گیلری میں حاضر ہوا۔ حضرت سخت جلال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ انہوں نے بے رخی سے وعلیکم السلام کہہ دیا۔ میں مزید کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ کر سکا اور خاموش بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شہری آدمی جو حضرت کے بے تکلف تھے، آ گئے۔ انہوں نے سلام کیا تو ان کو بھی اسی انداز سے جواب دیا۔

وہ کہتے ہیں، حضرت خیر تو ہے کیوں غصے میں ہیں؟

حضرت نے فرمایا ''اوسعیدے دا پتر آیا سی۔ (احمد سعید ملتانی مراد ہے جس سے اختلاف کے باوجود اس کی تکفیری خدمات کی اشاعت التوحید والسنہ نے تحسین کی: خس کم جہاں پاک!) اس فتویٰ پر دستخط کر دیں کہ حیات النبی ﷺ کے قائل کافر ہیں۔ میں نے ڈنڈا اٹھایا کہ اسے دستخط کر کے دیتا ہوں لیکن وہ جلدی سے بھاگ گیا۔''

محترما! طعن وتشنیع کرنا بھی قبیح فعل ہے، جن حضرات نے ایسا کیا ہے وہ کسی تحسین کے لائق نہیں ہیں لیکن مسلمان کی تکفیر کرنا، یہ تو انتہائی سنگین جرم ہے۔ آپ اس سے بھی تو نوجوان طبقہ کو آگاہ کریں۔

اسی نوعیت کا ایک دل آزار واقعہ لگے ہاتھوں ملاحظہ فرمالیں۔ دو بزرگ شخصیات نے رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ کے مشاہیر تلامذہ اور مسترشدین کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ایک بزرگ نے انصاف کے تقاضے پورے نہیں کئے۔

حضرت مولانا سید سجاد صاحب بخاری نے چالیس مریدین اور تلامذہ کی فہرست اقامۃ البرہان میں شائع فرمائی ہے۔ لیکن اس میں امام اہل سنت حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا اسم گرامی شامل نہیں ہے جب کہ یہ کتاب موصوف نے ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ/جنوری ۱۹۷۲ء میں اپنی زندگی میں طبع کرائی ہے۔

اس کے برعکس حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ برادر امام اہل سنت رحمہ اللہ نے فیوضات حسینی میں مولانا سجاد بخاری رحمہ اللہ کا ذکر خیر بڑے احترام اور وقار سے کیا ہے۔ یہ کتاب طبع سوم ۱۴۱۴ھ/جنوری ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آئی۔ حضرت مولانا سواتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''مولانا سید احمد حسین شاہ صاحب سجاد بخاری فاضل دارالعلوم دیوبند اور فاضل دارالمبلغین لکھنؤ ہیں۔ بڑے سمجھدار اور معتدل مزاج، اچھے لکھنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر ہیں اور آج کل تفسیر جواہر القرآن مرتب کر رہے ہیں۔ تفسیر بڑے عمدہ طریق پر مرتب کر رہے ہیں۔ لیکن بعض باتیں اس میں شاذ قسم کی ہیں۔ بڑی خرابی یہ ہے کہ خلط ملط کر دیا ہے۔ ترجمہ شیخ الہند کا لے لیا۔ فوائد موضح قرآن شاہ عبدالقادر صاحب اور مقدمہ مع فوائد فتح الرحمن شاہ ولی اللہ کا لیا ہے۔'' (فیوضات حسینی ص ۴۳)

یہ آپ کے لئے لمحہ فکر یہ ہے کہ مولانا سجاد بخاری رحمہ اللہ نے امام اہل سنت کا نام حضرت مولانا حسین علی کے تلامذہ میں اس لیے شامل نہیں فرمایا کہ وہ حیات النبی ﷺ کے قائل تھے۔ لیکن ان کے بھائی نے تعصب سے بالاتر ہو کر نہ صرف سجاد صاحب کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ تعریف وتوصیف بھی فرمائی ہے: ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا!

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع کا فتویٰ

جناب مولانا عطاء اللہ صاحب نے اپنے مفاد میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کا ایک فتویٰ

بڑے کروفر سے شائع فرمایا ہے۔ مولانا بندیالوی صاحب کا مقصد فتویٰ کی اشاعت سے یہ ہے کہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب اوران کے پیروکاروں کی اقتداء میں نماز ہوجاتی ہے اور نماز نہ ہونے کا جو فتویٰ دیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔ مولانا بندیالوی صاحب کی دوسری ہاتھ صفائیوں کی طرح یہ بھی ان کی ایک ہاتھ صفائی ہے۔ شیخ القرآن رحمہ اللہ تو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام کے قائل تھے۔ اس لئے ان کے صحیح پیروکاروں کی اقتداء کا درست ہونا ظاہر ہے اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کا معاملہ اس وقت واضح نہیں تھا۔ وہ سماع عادۃ کے مطلقاً منکر نہ تھے۔ اس لئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے فتویٰ اس وقت کے حالات کی روشنی میں دیا تھا، نہ کہ اب واضح انکار کے بعد بھی یہی فتویٰ رہے گا۔

مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب جس عقیدہ کا آخر تک پرچار کرتے رہے۔ اب اشاعت التوحید والسنۃ جماعتی مؤقف کے طور پر جس عقیدہ کو پیش کرتی ہے اور بندیالوی صاحب بھی اسی عقیدہ کا پرچار کرتے ہیں کہ موت کے بعد روح اور جسم کا تعلق نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام ثابت نہیں۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تو اس عقیدہ کو گمراہی قرار دیتے ہیں اور ایسے عقیدہ سے توبہ کا حکم دیتے ہیں اور ایسے عقیدہ کے حامل کی اقتداء مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو: ''پیش امام کا یہی عقیدہ ہے (کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے جسد عنصری اس میں شامل نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام کا عند القبر سماع ثابت نہیں) تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جب تک وہ اپنے اس عقیدے سے توبہ نہ کرے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔''

(ہدایۃ الحیران طبع جدید ص ۸۸)

مولانا بندیالوی صاحب نے ''مسلک شیخ القرآن'' میں جابجا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد الوفات حقیقی جسمانی حیات کا انکار کیا ہے اور محض روحانی حیات کا نظریہ پیش کیا ہے۔ اس پر بھی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی مفصل تحریر ملاحظہ ہو: ''زبدۃ الفقہاء بدر الادباء حضرت مولانا الحاج محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم، مفتی اعظم دار العلوم دیوبند۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ ''رحمت کائنات'' مصنفہ مولانا زاہد الحسینی تقریباً پورا مطالعہ کیا۔ حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ پر نہایت نافع اور مفید تحقیقات جمہور اہل سنت والجماعت کے مطابق جمع کردی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں۔

مسئلہ کے متعلق تحقیقات کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاقیامت باقی رہنے والے فیوض وبرکات اور آثار حیات کا ذکر آیا ہے۔ وہ خود ایک نہایت مفید مضمون ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت مومن کے قلب میں بڑھتی ہے جو سرمایہ سعادت دنیا وآخرت ہے (رزقنا اللہ تعالیٰ) مجھے بھی بحمد اللہ اس سے بڑا نفع پہنچا۔ دل سے دعا نکلی۔ جمہور علماء امت کا عقیدہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے بالکل مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ آثار بعض دنیاوی احکام میں بھی باقی ہیں۔ مثلاً میراث کا تقسیم نہ ہونا، ازواج مطہرات سے بعد وفات کسی کا نکاح جائز نہ ہونا۔ متقدمین میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا اور متاخرین میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا مستقل رسالہ اس مسئلے کی توضیح کے لئے کافی ہے جن میں روایات حدیث کافی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''ولحیاۃ الانبیاء بعد موتھم شواھد من الاحادیث الصحیحۃ'' اس میں تصریح ہے کہ موت کے بعد ان کی حیات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ موت صرف جسم پر آتی ہے، روح پر نہیں۔ اس لئے حیات بعد الموت کو صرف روحانی کہنے کے کوئی معنی نہیں اور شفاء السقام میں امام حدیث وفقہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا نواں باب اسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے لکھا ہے، اس میں انبیاء علیہم السلام کے لئے بعد الوفات حیات جسمانی حقیقی ثابت کرنے کے لئے فرمایا ہے:

''وقد ذکرنا من جماعۃ من العلماء وشھد لہ صلوٰۃ موسٰی علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ یستدعی جسداً معھا وکذالک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلھا صفات الاجسام ولایلزم من کونھا حیات حقیقیۃ ان یکون الابدان معھا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب والامتناع عن النفوذ فی الحجاب الکثیف وغیر ذالک من الصفات الاجسام التی نشاھدھا بل قد یکون لھا حکم آخر فلیس فی العقل مایمنع من اثبات الحیاۃ الحقیقیۃ بھم'' (شفاء السقام من السبکی)

اس کے بعد شہداء کی حیات برزخی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''فلم یبق الا انھا حیاۃ حقیقۃ الآن وان الشھداء احیاء حقیقۃ وھو قول جمھور العلماء لکن ھل ذالک للروح فقط او للجسد معھا فیہ قولان''

اس کے بعد قول ثانی کو ترجیح دی کہ یہ حیات حقیقی صرف روح کے لئے نہیں بلکہ جسد کے لئے بھی ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ جب عام شہداء امت کے لئے برزخ میں حیات حقیقی جسمانی ثابت ہوئی تو انبیاء کی حیات کچھ ان سے اعلیٰ واقویٰ ہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے۔ جمہور علماء امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور بزرگان دیوبند کا ہے۔

۳، ۴...... مسئلہ مذکورۃ الصدر کی تحقیق میں یہ بھی آچکا ہے کہ صرف حیات روحانی کا قول جمہور علماء امت کے خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دیوبند کوئی مستقل مذہب نہیں، اتباع سلف وجمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے وہ دیوبند کے بھی ضرور خلاف ہے۔ بندہ محمد شفیع عفی عنہ دارالعلوم کراچی ۱۳؍ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ (مقام حیات جدید ایڈیشن ص۶۹۱)

مولانا بندیالوی صاحب نے اعلان حق کے نام سے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ صرف اپنے غلط مقصد کو درست ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔ اب حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ واضح فتویٰ اور اس مفصل تحریر کے بعد ہمیں انتظار رہے گا کہ مولانا بندیالوی اپنا وضعی مؤقف بدلتے ہیں یا پھر ہاتھ کی صفائی کا کوئی دوسرا کرشمہ دکھاتے ہیں۔

منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوبندی نہ ہونے اور ان کی اقتداء میں نماز نہ ہونے پر علماء دیوبند قدس اسرارہم کے بیسیوں فتاویٰ موجود ہیں۔ یہاں صرف تین فتوے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اکابر علمائے دیوبند قدس سرہم کا عقیدہ

۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء میں جب اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بعض علماء نے علمائے دیوبند کے عقیدہ حیات الانبیاء جسمانی برزخی کی تردید کرتے ہوئے جدا راستہ اختیار کیا اور علمائے دیوبند میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی تو اس وقت کے اکابر علمائے دیوبند نے اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے درج ذیل اعلان شائع کروایا۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اکابر علمائے دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

''حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے، بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ دائر کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!''

۱...... مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
۲...... مولانا عبدالحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳...... مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ، سابق ناظم محکمہ امور دینیہ بہاول پور
۴...... مولانا ظفر احمد عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ
۵...... مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہ، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶...... مولانا محمد ادریس کان اللہ لہٗ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷...... مولانا مفتی محمد حسن، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸...... مولانا محمد رسول خان عفا اللہ عنہ، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
۹...... مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دارالعلوم کراچی نمبر ۱
۱۰...... مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء وامیر خدام الدین لاہور (پیام مشرق لاہور، ج ۳، ش ۴، ۱۳۸۰ھ/ ستمبر ۱۹۶۰ء)

(۲) دارالعلوم دیوبند کا اعلان حق

''آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں، آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہوکر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے۔ آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان ایسے نہیں کہ ہم سنیں، آپ ﷺ اپنے مزار مبارک میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے آپ ﷺ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے، خراب عقیدے والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔''

کتبہ: السید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۳/ ۵/ ۷۶ ۱۳ھ

الجواب صحیح: جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ رشوال ۶ ۷ ۱۳ ھ

اجاب المجیب واجاد: محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ، مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب صواب: محمد رسول خان عفا اللہ عنہ الجواب صحیح: ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر

(بحوالہ تسکین الصدور طبع دوم ص ۴۱، ۴۴)

(۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ

اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان حق

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے دور کے ائمہ حدیث اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ کو آپ کے پاس تعلیم حدیث کے لئے بھیجتے تھے۔ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے اکثر خلفاء نے حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوتے تھے اور دینی کاموں میں انہی کو اپنا سرپرست قرار دیتے تھے۔ چنانچہ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا بیان یہاں نقل کرتا ہوں۔ انہوں نے اپنے عقیدہ کے ساتھ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی بھی وضاحت کردی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۲ء سے پہلے بھی سماع صلوٰۃ عند القبر الشریف کے ساتھ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں اپنے اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے درج ذیل بیان دیا۔ جسے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کردیا: ”میں (نصیر الدین غورغشتوی) اور مولانا غلام اللہ خان عقائد میں متفق ہیں، میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے۔ اس واسطے وہ قبر کے پاس درود وسلام سنتے ہیں۔“ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۵)

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہ کا اعتدال اور اکابر سے تعلق

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء دیوبند کے فیض یافتہ تھے۔ انہوں نے اکابر کے اتباع میں ہمیشہ اعتدال کی دعوت دی۔ اکابر سے ادب واحترام کا تعلق رکھا اور متشددین سے دور رہے۔ اشاعۃ التوحید والسنہ میں پیدا ہونے والے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختلاف پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا موقف گزشتہ صفحات میں تفصیل سے پیش کر چکا ہوں۔ حضرت شیخ القرآن کے اعتدال اور اکابر سے تعلق کی ایک واضح مثال مولانا محمد طاہر پنج پیری کے خلاف حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے

دفاع میں سینہ سپر ہوجاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۶ء میں فتویٰ دیا کہ پنج پیری قرآن میں تحریف کرتے ہیں یعنی اکابر کے نہج سے ہٹ کر تفسیر بیان کرتے ہیں۔ اس لئے طلبہ کو ان کے پاس نہ بھیجا جائے اور ان کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی جائے۔ اشاعۃ التوحید والسنہ کے بعض حضرات نے جب اس فتویٰ کے خلاف آواز اٹھائی اور جماعتی طور پر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے بائیکاٹ کی بات کی تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا بھرپور دفاع کیا۔ مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۶ء ہی میں جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ سے الگ ہوگئے اور اپنی تنظیم جماعت اشاعۃ التوحید والسنہ بنائی ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۵ء تک بیس سال کے طویل عرصہ میں اختلاف ختم نہ ہوسکا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اپنے مؤقف پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۸۰ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا اور اس کے بعد ۱۹۸۵ء میں مولانا محمد طاہر پنج پیری اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کا اتحاد ہوا۔

شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کے اختلاف اور اپنے خلاف پروپیگنڈہ کو تو برداشت کیا۔ مگر حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنے تعلق اور ادب پر آنچ نہ آنے دی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق محض ان کی ذات سے نہ تھا بلکہ حضرت شیخ الحدیث اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند قدس سرہم کے جس مسلک حقہ اور جادہ اعتدال کے داعی تھے اس کا دفاع تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق اور اس تعلق پر انہوں نے اپنے ساتھیوں کا کیا پروپیگنڈہ برداشت کیا۔ اس کی ایک جھلک بھی دیکھ لیجئے تاکہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اعتدال اور اکابر سے تعلق کا اندازہ ہوسکے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پر مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پرانے شاگرد اور معتمد مولانا محمد اسحاق، ویسہ اٹک کا مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے نام ایک خط پیش خدمت ہے۔ یہ خط ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء کا لکھا ہوا ہے۔ مولانا محمد اسحاق، ویسہ اٹک کو میاں محمد الیاس صاحب نے مولانا محمد طاہر پنج پیری صاحب کی سوانح میں دارالقرآن پنج پیر کے ممتاز فضلاء میں لکھا ہے۔

(مولانا محمد طاہر اور ان کی قرآنی تحریک ص ۲۷۶، مؤلفہ میاں محمد الیاس مطبوعہ اشاعت اکیڈمی پشاور طبع اوّل جولائی ۲۰۰۹ء)

خط مولانا محمد اسحاق صاحب ویسہ، اٹک بنام مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت شریف حضرت محترم المقام رئیس الموحدین مقدم المشائخ جناب شاہ صاحب زاد اللہ فضلکم ودام اللہ اقبالکم وطال اللہ حیاتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد! بصد ادب گزارش ہے کہ میں ایک طالب علم ہوں اور آپ جیسے اکابر اور متبع سنت و مستقیم علیٰ صراط مستقیم کے خاک پا ہوں اور کافی عرصہ سے آنجناب کی خدمت اقدس میں چند گزارشات عرض کرنے کا متمنی ہوں مگر بوجہ تساہل کچھ قدر تعجیل نہ ہوسکی۔ لہٰذا اب جو بھی میرے فکر خام و عقل ناقص سے آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، آپ اس کو تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں اور بعد میں صحیح مشورہ سے مستفید فرماکر مشکور فرمادیں۔

اوّلاً تو یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں کہ آنجناب نے ۱۳۸۵ھ رمضان المعظم کے اواخر میں ضلع مردان موضع پنج پیر میں بتقریب ختم تفسیر قرآن مجید تشریف آوری فرمائی تھی اور مختصر مگر مدلل وعظ سے بھی تشنگان توحید وسنت کو سیراب فرمایا تھا اور جناب شیخ القرآن دامت برکاتہم سے تبادلہ خیالات کرتے ہوئے ایک عظیم الشان رائے کا اظہار بھی فرمایا تھا کہ ان حضرات کی اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب دام اللہ فضلہم اور جناب شیخ الحدیث غورغشتوی صاحب کے درمیان صلح کرنی۔ جناب! میں اس رائے کو سن کر خوشی سے پھولا نہ سمایا اور حضرت کے حق میں تہہ دل سے دعا کی کہ اللہ رب العزت آپ کو اس چیز کی توفیق بخشیں اور جزائے خیر نصیب فرمائے۔

جناب! یہ کوئی معمولی کام نہ تھا، یہ تو دین محمدی اور جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے مشن کو عروج دے کر افق اعلیٰ پر لے جانا تھا۔ مگر نہ معلوم کن ذرائع سے ابھی تک پایہ تکمیل تک نہ پہنچا۔ اس کام کی جتنی ضرورت ہے وہ ہم طلبہ کو معلوم ہے۔ کیونکہ بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو کہ خاص طلبہ کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں اور ان حالات کو اساتذہ کرام وعلماء مشائخ نہیں بوجھتے۔

جناب! اگر یہ کام آپ اس وقت ہی کرتے تو آج ملک کے گوشے گوشے میں وہ فسادات اور خطرناک حالات جو ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں، نہ نظر آتے۔ خدا جانے یہ معاملہ کہاں تک چلا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے جو فتویٰ حضرت شیخ القرآن کے خلاف دیا ۱۳۸۶ھ میں۔ اس کے وہ دل سوز نتائج حضرت پر اور ان کے ساتھیوں پر بعض علاقوں میں مثلاً سوات، دیر، باجوڑ، کابل، کوئٹہ، کوہستان، الائی، نورستان، مہمند، قندھار وغیر ذالک میں مظالم کی وہ بوچھاڑ کہ جن کا میں تذکرہ کروں تو مجھے خون کی آنکھوں رونا پڑتا ہے۔

جناب! یہ تو میں نے ان طلبہ کا ذکر کیا جو باہر علاقوں سے آ کر حضرت شیخ سے مستفید ہوتے ہیں، بلکہ پشاور اور مردان کے حالات سے بھی پہلے تو آپ خود واقف بھی ہوں گے۔ اگر نہیں تو میں مشتے نمونہ از خروارے عرض کر دیتا ہوں۔ ضلع مردان کے جمعیت علماء اسلام کے امیر سید گل بادشاہ نے حضرت شیخ الحدیث کے فتوے کو اخبار ترجمان اسلام میں بھی شائع کیا کئی بار اور یہاں تک لکھ مارا کہ عدالتوں میں ملاں پنج پیر کے ساتھ مرزائی ہوتے ہیں۔ یعنی بالفاظ دیگر حضرت شیخ اور اس کے ہمنوا مرزائی ہوئے۔ (معاذ اللہ)

جناب! اگر یہ اختلاف رفع نہ ہوا تو یہ بھی وہ شکل اختیار کرے گا جو کہ مسئلہ حیات الانبیاء نے اختیار کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرے کا حامل بنے گا۔ بلکہ اگر میں راست لکھوں تو آج ہمارے طلبہ میں بھی جماعتیں بنتی جا رہی ہیں۔ یہ غلام خانی ہے اور یہ پنج پیری ہے۔ لہٰذا آنجناب کو عرض کیا جاتا ہے کہ آپ نے جس کوشش وجد وجہد کو پہلے سے ایک دفعہ برداشت کرنے کا تہیہ کیا تھا، اس کو سرانجام کرنے میں ایڑی چوٹی کی کوشش کرو اور دین محمدی ﷺ کو تقویت پہنچاؤ۔ جناب! یہ ان شاء اللہ دین کا ایک عظیم الشان کام ہے۔ وفقکم اللہ لھذا!

دیگر ہم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے اس رویّے اور تلخی وشدت کی طرف حیران ہیں کہ وہ مولانا محمد طاہر صاحب کے بارہ میں روا رکھتے ہیں اور ان کی مخالفت میں سرشار ہیں۔ ہم تو کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن مولانا جو کام دیہاتوں میں توحید وسنت کا سرانجام دے رہے ہیں، وہ ہم طلبہ کو معلوم ہے اور آنجناب نے بھی ۱۳۸۵ھ میں

ایک جھلک دیکھی ہے اور آئندہ بھی آپ کے اخلاق مکرمانہ اور متبع سنت ہونے سے توقع ہے کہ مدعو ہونے پر اس علاقہ کے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لے جایا کرو گے۔ جناب! پنجاب میں ہمارا کون ہے آپ کے سوا۔

جناب! مولانا غورغشتوی کا فتویٰ آپ نے کئی بار دیکھا بھی ہوگا (اگر نہیں دیکھا وہ بزبان پشتو ہے، عندالطلب ارسال کر دیں گے) جو کہ پیر دیول کے ایک خلیفہ نے ان حضرات سے حاصل کیا، جن میں حضرت مولانا اور ان کے رفقاء کی تحقیر کی ہے[1] اس فتویٰ کے جواب میں مولانا صاحب نے ''الانتصار لسنۃ سید الابرار'' تالیف کیا۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث کے نام ایک خط بھی لکھا۔ اگر آپ نے نہ دیکھا ہو تو وہ بھی بھیج دیں۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ یہ فتویٰ مولانا غورغشتوی کا نہیں۔ ہم اس فتویٰ کو لے کر حضرت شیخ الحدیث کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے اس پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔ وہ بھی ہمارے پاس محفوظ ہے۔

ہم اس پر بھی حیران ہیں کہ حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب شیخ الحدیث صاحب کا ہر وقت ساتھ دیتے ہیں اور ان کے خلاف ایک حرف تک گورا نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ہم کو معلوم نہیں یا یہ مسائل بدعات نہیں؟ یا اگر ہیں تو پھر ان کی تردید نہ کرنا چہ معنی دارد؟ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج علاقہ چھچھ میں حضرت شیخ الحدیث کو استدلال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ابھی کل پرسوں کی بات ہے کہ ہمارے گاؤں ویسہ کامل پور میں ایک جنازہ کے موقع پر دریہ والے پیر کے لڑکے نے شور وغل مچایا کہ دعا بعد الجنازہ ہے اور حیلہ اسقاط ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے کہا ہے جو یہ نہیں مانتا وہ فلاں فلاں ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان بھی شیخ الحدیث کو اپنا شیخ تسلیم کرتے ہیں۔ ہم نے اس کی تردید کی۔ چاہئے تھا کہ جناب شیخ القرآن صاحب پہلے اس فتویٰ کی شیخ الحدیث سے تردید کرواتے ورنہ خود اس کے خلاف آواز بلند فرماتے۔ بلکہ الٹا حضرت نے موضع زتوپہ میں شیخ الحدیث کی تائید کی اور جو لوگ ان کے خلاف ذہن رکھتے تھے اور سنت کے متبع تھے، ان کے خلاف بہت کچھ کہا۔

اب وہی آنجناب کی بات ہے کہ آپ نے بھی مولوی محمد معصوم المعروف کابل ملاں کو موضع زتوپہ کے لئے تاریخ صرف اس وجہ سے نہ دی کہ وہ شیخ الحدیث کے مخالف ہیں۔

شاہ جی! نہایت مؤدبانہ عرض ہے کہ ہمیں پنجاب کی جانب سے یتیم نہ کر فرماویں۔ خدا کی خاطر سنت کا دامن ڈھیلا نہ ہونے دیں، کوئی اگر خفا ہو تو ہو، پیغمبر خدا ناراض نہ ہوں اور ہم تو آپ کو سمجھتے بھی وہ ہیں کہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔ اگر کوئی چندہ کی غرض سے بات گول کر جاتا ہے تو آنجناب کو تو اس سے بھی کوئی واسطہ نہیں۔ آج اگر مولانا محمد طاہر پر محرف القرآن کا فتویٰ لگتا ہے اور آپ خاموش ہیں تو آخر کہاں سے حق کی تائید فرماؤ گے۔ واللہ ہم تو چاہتے ہیں

---

[1] یہ بات خلاف واقعہ ہے نہ حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ نے کسی بدعت کے جواز کا فتویٰ دیا اور نہ شیخ القرآن رحمہ اللہ بدعات کی تائید کرنے والے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ فقہائے احناف کے بیان کردہ شرائط کے مطابق بعض معمولات کا حکم بیان کرتے تھے اشاعۃ التوحید والسنہ پنج پیر کو شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ جو ان کے استاذ حدیث بھی تھے، سے دشمنی صرف اس وجہ سے تھی کہ وہ ان کے تشدد اور تفرد کی تائید نہ فرماتے تھے اور ان کی من مرضی کی تفسیر کو تحریف قرار دیتے تھے۔ (احقر مرتب)

کہ سب حضرت رئیس المفسرین واں بھچراں والے کے تلامذہ ایک جگہ مل کر کام کریں تو مخالفین کی کیا جرأت ہے۔ مگر افسوس آج حضرت کے شاگرد دور دور ہو چکے ہیں۔ اگر سرگودھے والے، میانوالی والے، پنڈی والے، پنج پیر والے مل کر کام کرتے تو بریلویوں کو اور مخالفین کو کچل دیا جاتا۔ مگر کیا کریں (انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ) اگر آپ کچھ کریں تو کر سکتے ہیں۔

جناب! مولانا غورغشتوی کا فتویٰ اکوڑہ خٹک میں دار العلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاس میں بھی پیش کیا گیا اور مولانا (پنج پیری) کی تردید کی گئی اور پھر اس کے فروخت کرنے کے لئے اسٹیج پر اعلان کیا گیا اور وہ پمفلٹ کی شکل میں بنام ''فتویٰ نصیریہ'' اور مولوی گل بادشاہ[1] نے مولانا شمس الحق افغانی[2] کے فتوی کو جو بدعات سے بھرپور ہے، اس کو شائع کیا اور مولانا کو اس میں کثرت سے بکواسات نکالے۔ ان شاء اللہ وہ دونوں آپ کو ارسال کر دوں گا۔

جناب والا! ہم کو تو امید تھی کہ ہم آپ سے شیخ الحدیث کے فتویٰ کی تردید کرائیں گے مگر آپ بھی اس کے حامی ہیں۔ ضلع مردان میں تو کوئی بریلوی دیوبندی جھگڑا نہیں جو مشرکین و مبتدعین ہیں ان کا سربراہ مولانا شاہ منصور والے ہیں[3] اور وہ پنڈی میں کبھی افتتاح کبھی اختتام پر بھی بلایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس نے حقانیہ کے جلسہ عام میں مولانا (پنج پیری) کی مخالفت کی اور کہا کہ غورغشتوی نے فرمایا ہے کہ ملاں پنج پیر سے قرآن نہ پڑھو محرف قرآن ہے۔

میں کیا لکھوں کوئی ایک بات تو نہیں، آپ براہ کرم ان کے درمیان صلح کی کوشش فرمادیں اور اگر آپ نے یہ نیک ارادہ کیا تو مقبولیت آپ کے قدم بوسی کرے گی۔ فقط والسلام

میری ان باتوں پر غور فرما کر مجھے صحیح مشورہ دیں اور اگر کوئی بات خلاف مصلحت ہو تو نشان دہی فرمادیں۔

نیاز مند محمد اسحاق عفی عنہ۔ مقام ویسہ، مسجد خاناں، ڈاکخانہ کام پور موسی، براستہ حضرو، ضلع کیمل پور

---

[1] مولانا سید گل بادشاہ رحمہ اللہ دار العلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ کسی بدعت کی تائید انہوں نے نہیں کی البتہ وہ علمائے پنج پیر کے تشدد کی مخالفت کرتے تھے۔ (احقر مرتب)

[2] حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ دار العلوم دیوبند کے شیخ التفسیر اور حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نہ بدعات میں ملاث تھے اور نہ کبھی کسی بدعت کی تائید فرمائی۔ مولانا محمد طاہر پنج پیری صاحب کے تشدد اور تفردات کی تردید کرتے تھے۔ ''فتویٰ بہاول پور'' کے نام سے آپ کا فتویٰ مطبوعہ ہے جس میں آپ نے اکابر کے اعتدال اور صحیح مسلک کو پیش کیا ہے۔ (احقر مرتب)

[3] مولانا عبد الہادی رحمہ اللہ، شاہ منصور، حدیث میں شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور تصوف میں رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمہ اللہ، واں بھچراں کے خلیفہ مجاز تھے۔ تمام عمر قرآن و سنت کی خدمت کی نہ کسی بدعت میں ملوث تھے اور نہ ہی بدعات کے مؤید تھے۔ اشاعۃ التوحید والسنہ پنج پیر کے تشدد اور تفردات کے مخالف تھے۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کا انہیں اپنے دورہ تفسیر کے افتتاح یا اختتام کے موقع پر باقاعدہ مدعو کرنے سے ان حضرات کے باہمی تعلق نیز حضرت مولانا عبد الہادی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمہ اللہ کے متعلق حضرت شیخ القرآن کا ادب و احترام بھی واضح ہوتا ہے۔ (احقر مرتب)

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی طرف سے جواب

عزیز مکرم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضرت شیخ الحدیث صاحب سے پیر دیول کے خلیفہ نے بدعات مروجہ کے بارے جوفتویٰ حاصل کیا وہ غلط ہے اور حضرت مولانا محمد طاہر صاحب توحید وسنت کے مخلص خادم ہیں۔ بندہ نے کوشش کی تھی لیکن صلح میں ناکام رہا۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا!والسلام علی من اتبع الھدیٰ! طالب دعا عنایت اللہ گجرات

مولانا محمد اسحاق ویسہ، اٹک فاضل پنج پیر کے مندرجہ بالا خط سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

۱...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حالات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا۔

۲...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہ فرماتے تھے۔

۳...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بدعات میں ملوث نہ قرار دیتے تھے۔

۴...... حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فتویٰ کی تائید میں علاقہ چھچھ، اٹک میں باقاعدہ تقریریں کرتے تھے اور حضرت شیخ الحدیث کے مخالفین کی اپنی تقریروں میں برملا سرزنش کرتے تھے۔

۵...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا شیخ سمجھتے تھے۔

۶...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا جب کہ اشاعۃ التوحید والسنہ کا متشدد طبقہ حضرت شیخ الحدیث غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت ہی کرتا رہا۔

۷...... مولانا محمد طاہر پنج پیری صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اپنے ہی شیخ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں، میانوالی) کے خلفاء کی مخالفت کرتے رہے۔

۸...... مولانا محمد طاہر پنج پیری صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے جن اکابر کو بدعتی قرار دے کر ان کے خلاف کام کیا، شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ان اکابر کا ساتھ دیا اور دفاع فرمایا۔

۹...... شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اشاعۃ التوحید والسنہ کی متشددانہ پالیسی میں بھی ان کا ساتھ نہ دیا بلکہ مخالفت فرمائی۔

۱۰...... حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا متشددین کا ساتھ نہیں دیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا اعتدال اپنے اکابر سے تعلق اور ان کا ادب واحترام شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں اور مولانا بندیالوی کے لئے دعوت فکر ہے کہ وہ شیخ القرآن کے ساتھ اپنی عقیدت کا حق ادا کر رہے ہیں یا متشددین کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ان متشددین کی طرح پیش کر کے پیش القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے بے وفائی کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں؟

خلاصہ کلام

الحمدللہ گزشتہ صفحات میں ٹھوس حوالہ جات اور ناقابل تردید دلائل سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے تھے جو قرآن

وسنت سے فقہاء، متکلمین علمائے دیوبند اور خاص کر شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ مولانا محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر اپنا خود ساختہ عقیدہ ٹھونسنے کے لئے تفسیر جواہر القرآن، حاشیہ قرآن اور اقامۃ البرہان کو پیش کیا ہے۔ یہ کتابیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے لکھی گئیں۔ مگر شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر نہیں ہیں کہ ان کو حرف بحرف شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر دیا جائے۔ اسی طرح ردمنکرات کی تقریظ بھی حقائق سے متصادم ہے۔ اسے شیخ القرآن کی تحریر نہیں کہا جاسکتا۔ جب کہ الحمدللہ! ہم نے ان تحریرات کے مقابل شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دستخطوں سے ان کا عقیدہ پیش کیا ہے۔ یہ ۱۹۶۲ء کے فیصلے سے پہلے کی بھی تحریرات ہیں اور بعد کی بھی۔ مثلاً ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۵۹ء، ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء اور ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۹۷۶ء کی تحریروں پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دستخط موجود ہیں۔ جب کہ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۹۷۸ء کی تحریر بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دور اہتمام کی ہے۔

اب مولانا بندیالوی صاحب کی خدمت میں صرف تین سوال ہیں:

۱...... حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریر پیش کریں جس میں انہوں نے ۱۹۶۲ء کے فیصلے کو منسوخ قرار دیا ہو۔

۲...... حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی درس، تقریر، وعظ ایسا پیش کر دیں جس میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۲ء کے فیصلے کو منسوخ قرار دیا ہو۔

۳...... ۱۹۶۲ء سے شیخ القرآن کی وفات ۱۹۸۰ء تک ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کی فائلیں موجود ہیں۔ ان اٹھارہ سالوں میں کوئی ایک شمارہ دکھا دیں جس میں ۱۹۶۲ء کے فیصلے کو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ قرار دیا ہو۔

اگر مولانا بندیالوی صاحب ایسا نہیں کر سکتے اور ان شاء اللہ کبھی بھی نہ کر سکیں گے تو پھر اپنے وضعی عقائد کو، جن کا عقائد اہل السنہ سے کوئی تعلق نہیں، اپنی نسبت سے بیان کریں۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان باندھ کر اپنی دنیا وآخرت برباد نہ کریں۔

مولانا بندیالوی کی خدمت میں آخری گزارش

مولانا بندیالوی صاحب اپنے پیش رو مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کے اتباع میں انکار عقیدہ حیات النبی ﷺ، سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف، توسل اور استشفاع سے انکار کی روش کو ایک تحریک کی صورت میں چلانا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے اس انکار کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنے کتابچہ مسلک شیخ القرآن میں جو ڈرامہ بازی کی ہے، اس کی حقیقت اب الحمدللہ سامنے آ چکی ہے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہم نے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے حوالے سے بھی بیان کر دیا ہے۔ اس لئے مولانا بندیالوی اور ان کی پارٹی کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر آپ رضائے مولیٰ کے طالب ہیں تو رضائے مولا، حق کے اتباع میں ہے۔ جھوٹ اور بہتان سے تو رب تعالیٰ کی مدد اٹھ جاتی ہے۔ اس لئے اکابر علماء دیوبند قدس سرہم کے اتباع میں ''المہند علی المفند'' کے عقائد کو تسلیم کر لیں۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ تک علمائے حق پر اعتماد اور ان حضرات کا اتباع کر لیں، ورنہ اپنا راستہ حضرات اکابر سے جدا سمجھیں۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

مولانا وحبیبنا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ اٰمین!

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

مماتی فتنہ

علمائے دیوبند کی نظر میں

مرتب:

حضرت مولانا محب اللہ لورالائی